مبلغ اسلام

حضرت شیخ نورالدین ولی رحمۃ اللہ علیہ

مصنف

خاکی محمد فاروق

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	مبلغ اسلام۔حضرت شیخ نورالدین ولیؒ
مصنف	:	ابوعمر خاکی محمد فاروق
فون نمبر	:	8803032635, 9596433938
تعداد	:	۱۱۰۰
سال اشاعت	:	۲۰۱۲ء
کمپیوٹر کمپوزر	:	محمد یوسف میر/مس ممتازہ علی۔(گلشن آباد حیدرپورہ)۔
پبلشر	:	صدیق پبلیکشنز سرینگر کشمیر۔
قیمت	:	۹۰ روپے
لائبریری ایڈیشن	:	۲۵۰ روپے

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	پیش لفظ	7
2	تقریظ	9
3	عرض مؤلف	12
4	ریشیت اور اس کے معنی	14
5	شیخ العالمؒ کا زمانہ	15
6	حضرت شیخ العالمؒ کا خاندان	20
7	حضرت شیخ کے والدین کا قبول اسلام	21
8	حضرت شیخ کی ولادت اور بچپن	23
9	حضرت شیخ کی شادی	25
10	غارنشینی	25
11	حضرت شیخ اور ان کی ماں کا مکالمہ	28
12	شیخ اور ان کی بیوی کا مکالمہ	31
13	تازی بھٹ کا قبول اسلام	33
14	غارنشینی سے توبہ	34
15	دعوت دین اور شیخ العالم	36
16	حضرت شیخؒ کی دعوت کے اصول	38
17	حضرت شیخؒ کی دعوت کے آداب	46
18	حضرت امیر کبیرؒ اور شیخ العالمؒ کے طریقہ کار پر ایک نظر	48
19	حضرت امیر کبیرؒ کا طریقہ دعوت	48
20	حضرت شیخ العالمؒ کا طریقہ دعوت	51

21	بابا نصر الدینؒ کا قبول اسلام	54
22	سیر و سیاحت	55
23	حضرت شیخؒ شاہ آباد میں	55
24	حضرت شیخؒ دیوسر کولگام میں	56
25	حضرت شیخ ژِمرنور آباد میں	56
26	بابا بام الدینؒ کا قبول اسلام	57
27	عظیم کامیابی	58
28	زین الدین ولیؒ کا قبول اسلام	60
29	دُشمنانِ شیخؒ میدان میں آگئے	62
30	تولی رینہ کا قبولِ اسلام	62
31	حضرت شیخؒ نے سرینگر کی طرف رُخ کیا	63
32	لدی رینہ کا قبولِ اسلام	64
33	دُشمنانِ شیخ کی ایک اور سازش	67
34	یاوَن مژی کا قبولِ اسلام	68
35	دتہ بی بی حضرت شیخؒ کی خدمت میں	69
36	دوسرے داعیانِ اسلام سے روابط	69
37	حضرت میر محمد ہمدانیؒ سے ملاقات	71
38	حضرت میر محمد نے شیخؒ کو قیادت سونپ دی	72
39	خطِ ارشاد	74
40	حضرت شیخؒ بارہ مولہ میں	77
41	حضرت شیخؒ بیروہ بڈگام میں	78
42	ایک برہمن کا قبولِ اسلام	78
43	شام بی بی کا قبولِ اسلام	79

44	حضرت شیخؒ کے قتل کی سازش	80
45	بابا زین الدین ولی کی ماموریت	81
46	مرکزی دفتر دریگام میں	81
47	کئی پنڈت کا قبول اسلام	82
48	رہ پہ وَن میں مرکزی دفتر کی منتقلی	83
49	حضرت شیخ کے خلاف سازشیں	84
50	مولانا نایک کا توبہ	85
51	شعبہ خواتین	86
52	حضرت شیخ العالمؒ کا انتقال	87
53	حضرت شیخؒ کے خلفاء	89
54	حضرت باباہام الدینؒ	90
55	تین شرابی	91
56	بابا زین الدین ولیؒ	93
57	بابا لطیف الدینؒ	95
58	بابا نصر الدینؒ	96
59	شاعری قرآن کی روشنی میں	98
60	حضرت شیخؒ کی شاعری پر ایک نظر	100
61	حضرت شیخؒ کی دعوت	103
62	توحید ورسالت	105
63	مذمت دنیا اور فکر آخرت	109
64	اتباعِ قرآن	113
65	حصول علم	114
66	دعوتِ عمل	117

67	اقامتِ نماز	118
68	دیگر فرائض کی ادائیگی	121
69	رہبانیت	123
70	ذات پات اور وحدتِ آدم	125
71	ہندو کو دعوتِ حق	128
72	علماء سو	131
73	نفس پرست صوفیاء	134
74	اتحادِ ملّت	137
75	مسلمانوں کی غفلت شعاری	139
76	دعوت وتبلیغ	141
77	صبر واستقامت	143
78	خلوص وللّٰہیت	146
79	ذکر وفکر	147
80	توبہ	150
81	صحبت صالحین	151
82	رقص وسرود	152
83	بے حیائی	155
84	جھوٹ	157
85	غیبت	148
86	کبر وغرور اور غصہ	159

☆☆☆

پیش لفظ

مبلغ اسلام حضرت شیخ نورالدین ولیؒ کی دینی خدمات کے بارے میں ''مبلغِ اسلام'' کے نام سے یہ کتاب تحریک اسلامی کے داعی محترم خاکی محمد فاروق صاحب نے لکھی ہے ۔موصوف ایک اچھے مبلغ اور تحریک اسلامی کے کارکن ہیں۔ دعوتی کام کے ساتھ ساتھ مختلف موضوعات کے تحت لکھنے کا جذبہ رکھتے ہیں۔ اس سے قبل ان کی دو کتابیں ''داعی اسلام'' اور ''صبر و استقامت کے پیکر'' چھپ کر منظرِ عام آئی ہیں ۔ دونوں کتابوں کا مطالعہ کرنے والوں کو اندازہ ہوا ہوگا کہ موصوف ایک خاص انداز سے شخصیات کی دینی خدمات کو پیش کرتے ہیں۔اللہ سے دعا ہے کہ خاکی محمد فاروق صاحب کی ان کوششوں کو شرف قبولیت عطا کر کے مزید خدمت کرنے کی اُنہیں توفیق بخشے۔آمین

خدا کے دین کی خدمت کرنے والے بزرگوں کی زندگی سے سبق حاصل کرنا ہوتا ہے مگر ہمارے ہاں زیادہ تر بزرگانِ دین کی کرامات کا ذکر ہی ہوتا رہتا ہے ۔ بہت ہی کم یہ جانتے ہیں کہ بزرگانِ دین نے کن مشکل حالات میں خدا کے دین کی خدمت کا فریضہ انجام دیا ، اور کن کن مشکلات کا اُنہیں مقابلہ کرنا پڑا ۔ دین دُشمن لوگوں نے اُن کے خلاف کس طرح کی سازشوں کے ذریعے اُنہیں خدمتِ

دین سے دور رکھنے یا اُنہیں عوام میں بدظن کرنے کی کوشش کی۔

کشمیر میں شیخ نورالدین ولیؒ کے کلام سے واعظین نے استفادہ کیا ہے۔ان کے کلام کو کتابی شکل میں شایع کیا گیا ہے۔لیکن اس ریاست میں دعوتی کام بستی بستی کس طرح حضرت شیخ نورالدینؒ نے انجام دیا۔اسکی تفصیل اکٹھے کسی ایک کتاب میں پڑھنے کو عام لوگوں کے لئے مہیا نہیں ہے ۔ خاکی محمد فاروق صاحب نے بڑی محنت سے اس کام کو انجام دیا ہے۔ ایک طرف تحریک جماعتِ اسلامی کے ہمہ وقت کارکن کی حیثیت سے تنظیمی کام انجام دینا اور پھر کوشش اور محنت کر کے اس کام کے لئے وقت نکالنا یقیناً ان کے جذبہ نیک اور وُسعت مطالعہ کے شوق کی کھلی دلیل ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہر مسلمان کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہئے ۔ میرا یقین ہے کہ یہ کتاب اس کے جذبۂ دین داری میں اضافہ اور خدمت دین کے لئے سرگرم ہونے کا ذریعہ ثابت ہوگا۔ انشاء اللہ۔ اور قارئین کو معلوم ہوگا کہ خدمتِ دین کے لئے کس طرح حضرت شیخ نورالدینؒ سرگرم رہے ہیں اور اسی منظّم جدو جہد کا نتیجہ ہے کہ کشمیر میں حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانیؒ ان کے فرزند میر محمد ہمدانیؒ کے ساتھ ہی شیخ نورالدین ولیؒ کی دینی خدمات کا اعتراف کرنا لازمی اور ضروری ہے۔ والسلام۔

نگرانِ اعلیٰ چنار پبلیکیشنز سرینگر

غلام قادر لون

تقریظ

شیخ العالم حضرت شیخ نورالدین ولیؒ کی دینی خدمات پر مشتمل کتاب ''مبلغ اسلام'' کو محترم خاکی محمد فاروق صاحب منظر عام پر لانے کی سعادت حاصل کرنے جارہے ہیں۔ اس سے قبل محترم خاکی صاحب کی دو کتابیں ''داعی اسلام'' اور ''صبر واستقامت کے پیکر'' چھپ چکی ہیں۔ محترم خاکی صاحب جماعت اسلامی جموں وکشمیر تحصیل چاڈورہ کے ایک باصلاحیت اور جواں سال ہمہ وقت کارکن ہیں۔ محترم موصوف دعوتی میدان میں پورے انہماک سے اپنے فرائض کی انجام آوری کے ساتھ تصنیف وتالیف کا کام بھی کرتے ہیں۔ جن سے ان کی تقریری اور تحریری صلاحیتوں کا بخوبی اندازہ کیا جاتا ہے۔

یوں تو کشمیر کی اس وادیٔ گلپوش میں سب سے پہلے ایک صوفی بزرگ حضرت عبدالرحمٰن المعروف بُلبُل شاہؒ تشریف آور ہوچکے ہیں۔ اُس وقت یہاں ہر طرف کُفر وضلالت کی اندھیریاں چھائی ہوئی تھیں اور ان اندھیریوں میں اپنے بھرپور قوت ایمانی سے شمع اسلام کو روشن کردیا اور کئی سعادت مند لوگوں کو نورِ اسلام سے منور کردیا۔

ان کے بعد ایک عظیم دینی شخصیت حضرت میر سید علی ہمدانیؒ وارِدِ کشمیر ہوئے

جو علمی، اخلاقی اور روحانی صلاحیتوں سے مالا مال تھے اور اُنہوں نے خداوندِ قدوس پر مکمل اعتماد اور یقین رکھ کر دعوتِ حق کا فریضہ انجام دیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان کی داعیانہ کوششوں سے لوگوں کی ایک کثیر تعداد نورِ اسلام سے منور ہوئی۔ اُنہوں نے مندروں کے بڑے بڑے پُجاریوں اور پروہتوں کے شیطانی حربوں کو کافور کردیا اور اسلام جیسے آفاقی دین کا یہاں لوہا منوایا۔

حضرت میر سید علی ہمدانیؒ کے بعد اُن کے دعوتی مشن کو آگے بڑھانے کے سلسلے میں اُن کے فرزند ارجمند حضرت میر محمد ہمدانیؒ وادی میں تشریف لائے اور وہ اپنے والدِ بزرگوار کے مشن کو آگے لیجانے میں خدائے تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کرکے داعی دین کی حیثیت سے اپنی خدمات انجام دیں۔

اسی سلسلہ کی کڑی حضرت شیخ نورالدین ولیؒ رہ چکے ہیں۔ جو کشمیر کے ایک نامور صوفی بزرگ ہوگذرے ہیں۔ آپؒ نے اپنے منظوم کلام کے ذریعے کشمیریوں کو دینِ اسلام کے ابدی پیغام سے روشناس کرایا۔ پُر درد اور شفقت ومحبت بھرے الفاظ اپنے کلام میں استعمال کرکے انسانیت کو عذابِ الٰہی سے بچنے کی تعلیم دی ہے۔ حضرت شیخؒ نے قرآن میں غوطہ زن ہوکر قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ کی تعلیم وہدایت کے تحت خداوند عالم کی وحدانیت اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت و نبوت اور آخرت کی حقانیت وصداقت کو اپنی سادہ اور عام فہم زبان میں سمجھانے کی کامیاب کوشش کی۔

آپؒ اخلاص وللہیت کے جذبے سے سرشار ہوکر دینِ اسلام کی بھرپور خدمت کرتے رہے۔ آپؒ نے بستی بستی اور قریہ قریہ جاکر دینِ اسلام کی تبلیغ کی اور اس راہ میں پیش آنے والے مشکلات اور مصائب کا پورے عزم وثبات کے ساتھ مقابلہ کیا اور اُنکے پایہ ثبات میں کوئی لرزش نہ آنے پائی اور اُنہوں نے پوری

یکسوئی اور دلجمعی کے ساتھ دعوتی اور تبلیغی مشن کو تا حیات جاری وساری رکھا۔

محترم خاکی محمد فاروق صاحب نے زیرِ نظر کتاب ''مبلغِ اسلام'' میں حضرت شیخؒ کی دعوتی اور تبلیغی سرگرمیوں اور کارناموں کو ایک منظم اور مربوط انداز میں پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ حضرت شیخؒ کے مواعظ حسنہ اور اُن کی دعوتی اور تبلیغی سرگرمیوں سے آج بھی داعیانِ حق راہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں زیادہ تر بزرگانِ دین کی کرامات کا چلن رہا ہے لیکن محترم خاکی صاحب نے اُس غیر ضروری طرزِ تحریر سے اجتناب کر کے شیخؒ کے اصل کارناموں کو اُجاگر کیا ہے۔ جو اُمت کا بالعموم اور کشمیریوں کا بالخصوص اصل سرمایۂ حیات ہے۔

جموں وکشمیر کے عوام وخواص کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہئے اور حضرت شیخؒ کی دعوتی اور تبلیغی کاوشوں کا بھر پور استفادہ کر کے اُسی نقشہ قدم پر چل کر اپنی اُخروی کامیابی کو یقینی بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

آخر پر اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ ''مبلغِ اسلام'' کے مؤلف جناب خاکی محمد فاروق صاحب کی اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور دعوتی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ اپنی قلمی صلاحیت کو دینِ مبین کی صحیح ترجمانی کرنے کے لئے وقف رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور قارئین کے لئے ان کی کوششیں مُفید اور نافع ثابت ہوجائیں۔ آمین

غلام محمد بٹ
غوط پورہ حال برزلہ سرینگر
ا۔ض۔ بڈگام

عرض مؤلف

حضرت شیخ نور الدین ولیؒ کشمیر کے عظیم صوفی بزرگ اور مبلغِ دین تھے۔ اُنہوں نے اور اُنکی تحریک نے کشمیر اور کشمیریوں کے ہر شعبہ زندگی پر گہرے نقوش چھوڑے۔ اُنہوں نے زندگی بھر اسلام کی ترویج وترقی اور دعوتِ دین کے لئے کام کیا اور کشمیر کے مختلف علاقوں میں دینِ حق کا پیغام پہنچایا۔ اور عام وخاص کو حق و صداقت سے آشنا کیا جسکے نتیجے میں ایک کثیر تعداد ہدایت پا کر نعمت ایمان سے بہرہ مند ہوئی۔

کشمیر کی تاریخِ دعوت وتبلیغ میں حضرت بُلبُل شاہؒ، حضرت امیر کبیر میر سید علیؒ، حضرت میر محمد ہمدانیؒ اور حضرت شیخ نورالدین ولیؒ کا اہم رول ہے۔ اِنہی کی کوششوں اور کاوشوں سے پندرہویں صدی عیسوی کے نصف تک پورا کشمیر حلقہ بگوشِ اسلام ہوا۔ اور اسلام نے یہاں کے ہر شعبہ پر اپنے مُبارک اثرات چھوڑے۔

اس کو بدقسمتی کہئے یا کچھ اور کہ ان داعیانِ دین پر لکھی گئی مختلف کتابوں اور تذکروں میں ان کے دعوتی کارناموں، تبلیغی کوششوں اور دینی خدمات کو واضح کرنے پر کچھ خاص زور نہیں دیا گیا۔ جس سے واضح ہوتا کہ ان کی زندگی کا مقصد، نصب العین اور طریقۂ دعوت وتبلیغ کیا تھا؟ اس کے برعکس اکثر قلم کار حضرات نے غیر اہم چیزوں پر مضامین لکھ کر کتابیں ترتیب دیں۔ جن سے عام لوگوں کو کچھ خاص فائدہ نہ ملا۔ نہ وہ ان عظیم بزرگوں کی اصل دعوت ومقصد اور نصب العین اور طریقۂ کار سے واقف ہوسکے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کتابوں کے مطالعہ سے ایک

قاری ان مبلغینِ اسلام کے متعلق کئی غلط فہمیوں کا شکار ہوتا ہے۔

اس لئے میں نے اس کتاب سے پہلے حضرت امیر کبیرؒ کی دعوت و مقصد کو سمجھنے اور اُن کی تبلیغی خدمات کو واضح کرنے کے لئے ''داعی اسلام'' کے نام سے ایک مفصل کتاب ترتیب دی۔ الحمد اللہ جو ہاتھوں ہاتھ نکل گئی۔ اب میں نے اُسی طرز پر'' مبلغ اسلام'' کے نام سے حضرت شیخ نورالدین ولیؒ پر یہ کتاب تالیف کی تاکہ عام قاری حضرت شیخؒ کی قائم کردہ تحریکِ ریشیت ، انکے مقصدِ زندگی، دعوت وتبلیغ اور طریقہ کار سے واقف ہوکر ان کی سیرت و کردار کو اپنانے کی کوشش کرے۔ نیز داعیانِ حق اُن کے دعوتی کارناموں، تبلیغی کاوشوں اور طریقہ کار سے باخبر ہوکر اُن کے نقش قدم پر چلنے کی سعی کرے۔

احقر اس سلسلے میں کس حد تک کامیاب ہوا ہے، اس کا فیصلہ بہرحال قارئین حضرات ہی کرسکتے ہیں۔ اس لئے قارئین کرام کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ جہاں کہیں اس کتاب میں کوئی کوتاہی یا غلطی دیکھیں اُس سے وہ بندۂ احقر کو باخبر کریں تاکہ آئندہ اُسکی تصحیح کی جائے۔

آخر پر میں اُن تمام لوگوں کا شُکر گذار ہوں جنہوں نے اس کوشش میں میری کسی بھی قسم کی مدد و معاونت کی۔ خصوصاً میں محترم غلام قادر لون صاحب کا شُکریہ کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب پر نظر ثانی کرکے اس کا پیشِ لفظ لکھا۔ اسکے ساتھ میں محترم غلام محمد بٹ صاحب کا بھی شُکر گذار ہوں جنہوں نے اس کتاب کے متعلق اپنے تاثرات بیان کرکے میری حوصلہ افزائی کی۔

طالبِ دُعا

ابوعمر خاکی محمد فاروق

۶ ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ مطابق ۳ نومبر ۲۰۱۱ء بروز جمعرات

ریشیت اور اس کے معنی

اس سے پہلے کہ ہم ریشی تحریک اور اس کے سرخیل حضرت شیخ العالمؒ کے دعوتی اصول وطریقہ کار اور تبلیغی سرگرمیوں اور کارناموں کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ کریں۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ریشیت کا مفہوم و معنی جاننے کی کوشش کریں۔

کشمیر میں اسلام سے پہلے ایک جماعت گھربار، ازواج واولاد، دنیا اور دنیا والوں سے دور ہوکر جنگلوں، غاروں اور پہاڑوں پر رہ رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح وہ حق وصداقت سے آشنا ہوجائینگے۔ اس جماعت سے وابستہ ہر ایک فرد کو یہاں ''ریشی'' کہا جاتا تھا۔

''ریشی'' لفظ اصل میں سنسکرت زبان کا لفظ ہے۔ اس کے لغوی معنی ''بھجن گانے والے اور دعا کرنے والے کے ہیں''۔

اصطلاحاً ہندو ریشی اس شخص کو کہتے تھے، جو حق کی تلاش میں لذاتِ دنیا اور مادی چیزوں سے کنارہ کش ہوکر عبادت میں مشغول ہوجاتا تھا۔ گو ''ریشی'' کے عام معنی راہب یا مقدس عارف یا تارک دنیا جوگی کے ہیں۔

جب کشمیر میں اسلام آیا تو دیگر مکتب ہائے فکر کے ساتھ ریشی مکتب فکر سے وابستہ افراد بھی دینِ حق کے آفاقی پیغام سے متعارف ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ چنانچہ حضرت نورالدین ولیؒ کے دور تک چند ریشی ہی مسلمان ہو چکے تھے۔لیکن حضرت شیخؒ کی مساعی جمیلہ سے ریشیوں کی اکثریت اسلام کی طرف راغب ہوگئی۔ اسکے علاوہ حضرت شیخ العالمؒ کی خدمت میں جن لوگوں نے تربیت پا کر علم وعرفان حاصل کیا، وہ بھی ریشی کے ہی نام سے معروف ہوئے۔اسلئے ان کی برپا کردہ تحریکِ دعوت واصلاح کا نام ہی ریشی تحریک پڑا۔

اگرچہ اس تحریک اور اس سے وابستہ لوگوں کا نام حضرت شیخ العالمؒ نے تبدیل نہیں کیا۔لیکن ان کے افکار و خیالات کو یکسر بدل دیا۔ یہاں کی مقامی ریشیت کو ہندومت اور دیگر غیر اسلامی طریقوں اور نظریات سے پاک کر کے خالص اسلام کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کی۔اس کے بعد اہلِ کشمیر کے نزدیک ریشیت کا معنی ومفہوم وہ نہ رہا جو قبل از اسلام تھا۔اب ریشی مسلمان عابد وزاہد اور خداترس شخص کو کہا جانے لگا۔ جو دنیا پرست کے بجائے آخرت پسند ہو۔نمود ونمائش، اصراف وتبذیر، بغض وعداوت سے دور ہو کر اخلاص وتقویٰ کا پیکر، قناعت پسند اور الفت واخوت کا علمبردار ہو۔اور رزق حلال، صدقِ مقال اور خوئے دلنوازی کا دلدادہ ہو۔

حضرت شیخ العالمؒ کا زمانہ

حضرت شیخ العالمؒ کے زمانے کو کشمیر کی تاریخ کے لحاظ سے دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ایک حصہ ان کی ولادت 779ھ سے جوانی تک ہے دوسرا جوانی سے وصال 842ھ تک۔ پہلا دور یہاں اسلام کے استحکام اور ترقی کا تھا، اور دوسرا اسلام کے برعکس مادی تعمیر وترقی اور فراوانی کا زمانہ تھا۔

حضرت شیخؒ کی ولادت 779ھ سے لیکر جوانی تک کشمیر کی اسلامی تاریخ کا ایک سنہری اور خوش حال دور تھا۔یہی زمانہ ہے جس میں حضرت امیر کبیرؒ اپنے سینکڑوں رفقاء کرام کے ساتھ واردِ کشمیر ہوئے۔ پھر ان کے فرزند میر محمد ہمدانیؒ ایک بڑی جماعت کے ہمراہ کشمیر تشریف لائے۔ یہ دونوں باپ بیٹے اور انکے ساتھ داعیانِ اسلام اس دور میں کشمیر کے اطراف واکناف میں دعوتِ دین اور تبلیغ اسلام کا کام بڑی تیزی کے ساتھ کر رہے تھے۔اور وادی کے شہر ودیہات میں مسجدیں، درسگاہیں اور دینی ادارے قائم کئے تھے۔ جس کے نتیجہ میں لوگ جوق در جوق کفر وشرک اور الحاد کو چھوڑ کر دین حق کی طرف آرہے تھے۔ کیونکہ وہ سالہا سال سے کسی ایسے نظریہ اور دین کے تلاش میں تھے جو زندگی کے ہر شعبہ میں مکمل راہنمائی کرتا ہو۔اور امن وامان کا پیغام دے کر فتنہ وفساد کے ہر ایک دیوار کو گراتا ہو۔

ان اسلام قبول کرنے والوں میں عام لوگوں کے ساتھ بڑے بڑے برہمن، سادھو، جوگی بھی تھے۔ یہ دیکھ کر تعصبی اور مفسدانہ ذہن و خیال رکھنے والے لوگ بغض وحسد اور نفرت وعداوت کی آگ میں جل رہے تھے۔اور اس دعوتِ حق کو روکنے کیلئے مختلف کوششیں کر رہے تھے۔لیکن گوناگوں صلاحیتوں کے مالک داعیانِ اسلام کے طرزِ عمل اور طریقہ دعوت کے سامنے روز بروز مایوس اور بے بس ہو رہے تھے۔اور اسلام کا پیغامِ رحمت اور نورِ حق کفر وباطل کی تاریکیوں کو پاش پاش کر کے قریہ قریہ میں بڑی تیزی کے ساتھ پہنچ رہا تھا۔ جو ظلماتِ کفر والحاد کے مراکز کو نورِ توحید واسلام کے مراکز میں تبدیل کر رہا تھا۔ یہ داعیانِ اسلام اہلِ کشمیر کو دینِ حق کے ساتھ اسلامی سیاست ومعاشرت، تہذیب وتمدن اور تعلیم وثقافت سے آشنا کر رہے تھے۔جس کے باعث کشمیریوں کے ہر ایک شعبہ زندگی میں واضح تبدیلی رونما ہو رہی تھی۔

حضرت شیخؒ کے بچپن اور جوانی کے زمانے میں یہاں تختِ شاہی پر سلطان قطب الدین پھر سلطان سکندر براجمان تھے۔ چونکہ ان دونوں بادشاہوں نے ابتداء سے ہی مبلغین دین کو مکمل تعاون دیا۔ انہوں نے اسلام اور داعیانِ اسلام کے خلاف اٹھنے والی ہر ایک قوت کو کچل کے رکھ دیا۔ انہوں نے نہ صرف داعیانِ حق کی مدد و معاونت کی بلکہ وہ خود بھی بڑے جوش و خروش کے ساتھ فریضہ دعوت انجام دینے لگے۔ جگہ جگہ پر مسجدیں، درسگاہیں اور خانقاہیں تعمیر کرائیں۔ انہوں نے سرکاری سطح پر اسلامی تعلیم کو عام کرنے میں اہم رول ادا کیا۔ جس کے نتیجہ میں غیر اسلامی افکار و نظریات، تہذیب و تمدن اور ثقافت دن بدن کمزور ہوتی گئی۔

سلطان سکندر نے اپنے دورِ حکومت میں کئی اسلامی قوانین کو نافذ کر کے بہت سی برائیوں اور رسوماتِ بد کو ختم کر دیا۔ جو کشمیر میں ایک عرصہ دراز سے رائج تھیں۔ سلطان نے بہت حد تک اپنی حکومت کو اسلامی رنگ میں رنگنے کی کوشش کی۔ جس کے نتیجہ میں اسلام نے یہاں ہر ایک شعبہ زندگی کو اپنے آغوش میں لے لیا۔ یہاں سیاست و عدالت اور کلچر و ثقافت پر اسلام کے گہرے اثرات پڑے۔ وادی میں اسلامی عدالتیں، مدرسے اور ادارے قائم ہوئے۔ اور ہر طرف اسلام کا عروج و ترقی اور انقلاب دکھائی دینے لگا۔

حضرت شیخؒ کے زمانے کے دوسرے حصے میں اگرچہ یہاں تعمیر و ترقی اور مالی خوش حالی کا دور دورہ تھا۔ جس میں سلطان زین العابدین کا ایک اہم رول تھا۔ مگر اسلام کی ترقی، دعوت و تبلیغ اور کردار و اخلاق کے حوالے سے بہت سی کمزوریاں پیدا ہو چکی تھیں۔ ہندو کے ساتھ مسلمانوں میں بھی کئی برائیاں پیدا ہو چکی تھیں۔ جس میں عام لوگوں کے ساتھ علماء و صوفیاء کی بھی ایک اچھی خاصی تعداد شامل تھی۔ ان کا نصب العین اب اسلام کی ترویج و اشاعت کے بجائے حصولِ مال و شہرت اور جاہ

و حشمت تھا۔ ان کا نظریہ خالص اسلامی نظریہ نہ تھا، بلکہ اس میں بہت حد تک ملاوٹ ہو چکی تھی۔ ان کے قول و عمل میں تضاد دکھائی دیتا تھا۔ مقصدِ زندگی خدا کی رضا اور آخرت کی کامیابی کے برخلاف دنیا اور دنیاداروں کی خوشنودی تھا۔ اسکے ساتھ اس دور میں یہاں کے امراء و ارکانِ سلطنت کی حالت بھی کچھ ٹھیک نہ تھی۔ وہ شریعتِ اسلامیہ سے آزاد رقص سرود کے سرپرست اور غیر اسلامی نظریات کی آبیاری کرنے والے تھے۔

اگرچہ مختلف تاریخوں اور تذکروں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بڈشاہ نے مادی لحاظ سے کشمیر کو بہت کچھ دیا۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ بڑا عیش پسند، رقص و سرود کا دلدادہ، آتشبازی و موسیقی کا شائق اور جشنوں اور میلوں کا خوگر تھا۔ اسلئے اس کے دورِ حکومت میں ناچ گانے، موسیقی، آتشبازی، بازی گری، جشنوں اور میلوں نے از سرنو جڑ پکڑلی۔ اور ملک کی اکثریت ان غیر ضروری اور غیر اسلامی رسوماتِ بد کی طرف راغب ہوگئی۔ یہ رجحان کئی برائیوں اور فتنوں کا پیش خیمہ بن گیا۔

اسی طرح بادشاہ کو اسلام اور اسلام کی دعوت و ترقی کی جانب کوئی خاص دلچسپی نہ تھی۔ وہ مسلمان ہونے کے باوجود بھی ہندو اور ہندو مذہب پر بڑا مہربان نظر آتا تھا۔ اس نے اُن شرعی قوانین کو یک قلم ختم کر دیا۔ جنہیں سلطان سکندر نے بڑی مشکل سے نافذ کیا تھا۔ اس کے برعکس وہ یہاں کی اقلیتی فرقہ (ہندوں) کے منشا کے مطابق اپنی حکومت چلانے لگا۔ چونکہ اس کے دربار میں کئی ہندو برہمن اعلیٰ مناصب پر فائز تھے۔ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے فکر و خیال اور عادات و اطوار کا بادشاہ پر خاصا اثر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بڈشاہ نے یہاں گاؤکشی اور شکار پر پابندی لگائی۔ جزیہ موقوف کر دیا۔ ستی جیسی جاہلانہ رسم کی ازسرنو اجازت

دے دی۔مسجدوں ،خانقاہوں کی تعمیر کے ساتھ مندروں اور بُت خانوں کی تعمیر کی۔دینی درسگاہوں کے ساتھ ہندومذہب کی ترویج وترقی کیلئے پاٹ شالے قائم کئے۔یہاں تک کہ وہ ہندوں کے جشنوں ،میلوں اورتہواروں میں بڑی خوشی سے شریک ہوتا تھااوران کے تیرتھوں کی یاترا بھی کرتا تھا۔

ظاہر ہے کہ بادشاہ کے اس طرزِعمل اور سیاسی پالیسی نے کشمیر کے اہلِ عقل اور ذہین لوگوں میں کئی غلط فہمیاں ،علماءِ حق اور داعیانِ اسلام کیلئے بہت سے مشکلات اور عام لوگوں میں کئی برائیاں پیدا کیں۔اس کا اندازہ حضرت شیخؒ کے شاعرانہ کلام سے اچھی طرح ہوتا ہے۔

جب قوم وملک کے امراء وعلماء بگڑ جاتے ہیں تواس کا اثر براہِ راست عوام پر پڑتا ہے۔لہٰذا حضرت شیخؒ کی زندگی کے دوسرے حصے میں یہاں عام وخاص کئی برائیوں اور بدیوں میں مبتلا تھا۔

☆☆☆

حضرت شیخ العالمؒ کا خاندان

حضرت شیخ نورالدین ولیؒ کے آباء واجداد اصل میں کشتواڑ کے رہنے والے تھے۔ چونکہ کشتواڑ کی سلطنت اس زمانے میں ایک چھوٹی سی خودمختار سلطنت تھی۔ حضرت شیخؒ کے جدِ امجداوگراسنز کشتواڑ میں بڑے اثرورسوخ کا مالک تھاوہ ہندوں کے معزز خاندان راجپوت سے تعلق رکھتا تھا۔وہاں اوگراسنز ایک مقامی لڑائی میں شکست کھاکر اپنے بال بچوں اور بھائیوں کے ساتھ رام دیو 1252ء تا1273ء کے دورِ حکومت میں کشمیر چلاآیااور چرارشریف کے نزدیک تلہ سر گاؤں میں قیام کیا۔[1]

اوگراسنز کے بیٹے دوپتا سنز نے یہاں کی حکومت میں بڑی قدرومنزلت پائی۔ اس کا بیٹا زنگاسنز ذلجو کے حملہ کشمیر میں مارا گیا۔[2] جس کے نتیجہ میں اس کا فرزند ہُرسنز ادھر اُدھر مارامارا پھرنے لگا۔آخرکار گوڈستھو گاؤں[3] میں آکر بس گیا۔ ہُنر سنز کا بیٹا گرزاسنز تھا وہ بھی بعد میں ایک مقامی لڑائی میں مارا گیا۔[4] اوراپنے

---

[1] شیخ نورالدین ولی از غلام نبی گوہر۔ [2] تذکرہ اولیاء کشمیر۔
[3] یہ گاؤں تحصیل بڈگام میں واقع ہے۔ [4] برج نور

پیچھے ایک بیٹا گرزاسنز کو چھوڑا اور اسی کا فرزندِ ارجمند سلرسنز تھا۔ جو حضرت شیخ العالمؒ کے والد بزرگوار تھے۔

حضرت شیخؒ کے جدامجد اوگرا سنز جب کشتواڑ سے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ کشمیر کی طرف بھاگ آیا۔ تو اس وقت اس کے ایک بھائی نے ددرکوٹ گاؤں (جو ضلع کولگام میں واقع ہے) میں سکونت اختیار کی۔[1] وہاں ایک مقامی لڑائی میں اسکی بیوی بچے مارے گئے صرف ایک شیرخوار بچی حادثاتی طور بچ گئی۔ جس وقت حملہ آور قتل و غارت کررہے تھے۔ اس وقت وہ اپنی رضاعی ماں یعنی مقامی چوکیدار کی بیوی کی حفاظت میں تھی۔ پھر چوکیدار اور اسکی بیوی نے اس کی پرورش کی اور اسی بچی کا نام صدرہ تھا۔[2] یہی خاتون ہے جسکے بطن سے حضرت شیخ نورالدینؒ پیدا ہوئے۔

حضرت شیخؒ کے والدین کا قبول اسلام

جب کشمیر میں غیرملکی داعیانِ دین کے ذریعہ سے اسلام آیا تو آہستہ آہستہ اس کے آغوش میں یہاں کے مختلف مکاتب فکر سے وابستہ لوگ آگئے۔ ریشیانِ کشمیر کا بھی ایک مختصر گروہ مشرف بہ اسلام ہوکر تبلیغ دین کا فریضہ انجام دینے لگا۔ ان سعادت مند ریشیوں میں ایک بزرگ یاسمن ریشی تھے۔

حضرت شیخؒ کے والد محترم سلرسنز اپنے دادا کے قتل کے بعد کہیں مستقل طور پر قیام پذیر نہ تھے۔ بلکہ وہ وادی کے مختلف علاقوں میں مارامارا پھرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت تھی کہ انہیں اسی آوارگردی میں اپنی حقیقی منزل مل گئی۔ ہوایوں کہ انہیں ایام میں وہ یاسمن ریشی کے پاس پہنچ کر دینِ حق کے پیغام رحمت سے آشنا

[1] برج نور۔ [2] شیخ نورالدین ولیؒ

ہوگئے۔ چونکہ سلرسنز صالح فطرت، ذہین اور قابل جوان تھے۔ اس لئے انہوں نے بغیر کسی تاخیر کے کلمہ حق پڑھ کر اسلام قبول کیا۔ اور اسلامی نام سالارالدین پایا۔ پھر یاسمن ریشی کے عقیدت مندوں میں شامل ہوکر ایک عرصہ تک ان کی تربیت میں رہے[1] اس کے بعد شیخ سالارالدینؒ کولگام سید حسین سمنانیؒ کے پاس بھی آتے جاتے رہے۔

اُدھر جب صدرہ تھوڑی بڑی ہوئی تو ان کے رضاعی ماں باپ نے ان کی سگائی ایک ایسے آدمی کے ساتھ کی جو پہلے سے ہی دو بچوں کا باپ تھا۔ ابھی شادی تکمیل کو نہیں پہنچی تھی کہ صدرہ کا ہونے والا شوہر اس دارفانی سے کوچ کرگیا۔ پھر نیک دل چوکیدار (یعنی صدرہ کا رضاعی باپ) اس کے یتیم بچوں کو گھر لے آیا اور ان کی پرورش کرنے لگا۔[2] ادھر چوکیدار اپنی رضاعی بیٹی صدرہ کی مصیبتوں سے بھری ہوئی زندگی کو دیکھ کر ان کے مستقبل کے حوالے سے بڑے بے چین تھا۔ اسی پریشانی کے عالم میں وہ اپنی بیٹی کو لیکر سید حسین سمنانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور ان کے سامنے صدرہ کی داستانِ حیات بیان کی۔ اور اپنے دل میں پیدا ہونے والے اندیشوں سے بھی سیدؒ کو آگاہ کیا۔[3] مبلغ اسلام سید سمنانیؒ نے انہیں صبر و تحمل سے کام لینے کے ساتھ دین حق قبول کرنے کی دعوت دی۔ جس کے نتیجہ میں صدرہ کے ساتھ ان کا سارا گھرانا مشرف بہ اسلام ہوگیا۔ پھر صدرہ بی بی کا نکاح[4] شیخ سالارالدین سے کیا جو پہلے ہی سیدؒ کی خدمت میں آتے تھے۔[5] نکاح کے بعد سالارالدین اور صدرہ بی بی کھے جوگی پورہ چوکیدار کے گھر میں رہنے لگے۔[6]

دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد دونوں میاں بیوی صحیح اور پختہ مسلمان بن گئے۔

[1] تذکرہ اولیاء کشمیر۔ [2] برج نور۔ [3] ایضاً [4] ایضاً۔ [5] تذکرہ اولیاءِ کشمیر میں آیا ہے کہ یہ نکاح یاسمن ریشی نے کرایا۔ [6] سید میر علی ہمدانیؒ

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں ۔

سنز چھم مول تہ سنزے چھم موجی توے رؤدس بہٕ سنزے ہاو

سنز سنسکرت میں پرہیزگار کو کہتے ہیں۔حضرت نورالدینؒ فرماتے ہیں ''کہ میراباپ بھی پرہیزگارتھا۔میری ماں بھی پرہیزگارتھی۔لہٰذا میں بھی ہمیشہ پرہیزگار ہی رہا''۔

شیخ سالارس نیکو کارس لیس دولٕہ منز بود آیے

''میرا باپ سالارالدین نیکوکارجس نے دولت مندہوکر بھی اسلام جیسے عنداللہ مقبول طرزِ زندگی کوخوشی خوشی اورشعوری طور گلے لگایا''۔

حضرت شیخؒ کی ولادت اور بچپن

حضرت شیخ العالمؒ کی ولادت 10ذی الحجہ 779ھ 1377ء[1] کھے جوگی پورہ (جوضلع کولگام میں واقع ہے)میں ہوئی[2]۔ اورسید حسین سمنانیؒ نے ان کا نام نورالدین رکھااورگھر والے انکو پیار سے نند کہنے لگے بعد میں انہوں نے ''نند'' کوہی قلمی نام کی صورت میں استعمال کیا۔[3]

حضرت شیخ نورالدینؒ کے والدین بڑے دیندار اور نیک سیرت تھے انہیں میر سید علی ہمدانیؒ کے رفیق خاص سید حسین سمنانیؒ سے گہرے روابطہ تھے۔وہ چاہتے

[1] حضرت شیخؒ کے سالِ ولادت کے بارے میں خاصا اختلاف رائے پایاجاتاہے ۔ کچھ مورخین اور تذکرہ نگاروں نے لکھاہے ۔ان کی ولادت 757ھ 1355ء میں ہوئی بعض محققین کی تحقیق کے مطابق ان کی پیدائش 779ھ 1377ء کوہوئی۔اصل میں بابا نصیب الدین غازی نے اپنے تالیف کردہ نورنامہ میں شیخؒ کا سالِ ولادت 779ھ لکھا اور بابا داؤد مشکوٰتی نے اسرارِ الابرار نامی کتاب میں 757ھ لکھاہے ۔ بعد کے مورخین نے انہیں دو بزرگوں کی پیروی کی، راقم کی رائے ہے کہ اوّل الذکر خیال ہی صحیح ہے۔ [2] اولیاء کشمیر بحوالہ نورنامہ۔ [3] شیخ نورالدین ولیؒ۔

تھے کہ ان کا بیٹا بھی علم دین سیکھ کر بڑے عالم وفاضل بنے۔اسلئے ان کی ماں نے انہیں چارسال کی عمر میں ہی ایک مقامی معلّم کے پاس دینی علوم سیکھنے کیلئے بھیج دیا۔مگروہاں وہ بظاہر کچھ پڑھے بغیر ہی واپس آگئے۔[1]

اگرچہ اس بارے میں یہاں کے مورخین خاموش ہیں کہ حضرت شیخؒ کہاں اورکب تک پڑھے تھے؟لیکن مختلف تاریخوں،تذکروں اورآپ کے شاعرانہ کلام کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ مختلف علوم وفنون اورنظریوں پر گہری نظر رکھتے تھے۔خاص کرآپ اسلامی اصول واحکام اورآداب سے اچھی طرح آگاہ تھے۔

اسداللہ آفاقی صاحب نے یہاں تک لکھاہے!

''ان(یعنی شیخ ؒ)کے کلام کا مطالعہ کرتے وقت یہ حقیقت بالکل عیاں ہوجاتی ہے کہ آپ حافظہ قرآن تھے۔''

مزید لکھتے ہیں!

''آپ عربی،فارسی،سنسکرت،پالی اورکشمیری زبانیں بچپن میں ہی سیکھ چکے تھے''[2]۔

حضرت شیخؒ صغرسنی سے ہی بڑے ذہین وفطین تھے اورفکر وسوچ میں ڈوبے رہتے تھے۔کھیل کوداور دیگر غیر ضروری حرکات سے ہر وقت دوررہتے تھے۔ جیسا کہ آپ کے منظوم کلام سے معلوم ہوتاہے۔تذکرہ اولیاء کشمیر میں ہے!

''حضرت شیخ العالمؒ کا بچپن عجوبہ سے کم نہ تھاوہ کم سنی ہی میں پاکیزہ اطواراور پسندیدہ کردار کے حامل تھے۔جوانی میں قدم رکھاتھاتوذکروفکر میں محورہتے تھے۔دنیوی کام میں ان کا دل نہیں لگتاتھا۔وہ ابتداء سے ہی عبادت الٰہی کی طرف راغب تھے اور انواعِ عبادات میں مشغول ہوا کرتے تھے۔دنیا سے اچاٹ اورخرافات سے بےزار تھے۔وہ صرف یادخدامیں آرام پاتے تھے''۔

[1] برج نور۔ [2] شیخ العالم کا ذہنی ارتقاء۔

حضرت شیخؒ کی شادی

حضرت شیخ نورالدینؒ کے والد محترم سالار الدینؒ جس وقت انتقال کر گئے اس وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی[1]۔ شیخؒ ابتداء سے ہی غور وفکر میں مگن، تنہا پسند اور خاموش مزاج کے مالک تھے۔اس لئے ان کی ماں نے ان کی شادی کا فیصلہ کرلیا۔پھر ان کا نکاح ڈاڈاسر گاؤں (جو تحصیل ترال میں واقع ہے) کے اکبرالدین کی دختر نیک زے بی بی (زاہدہ خاتون) سے ہوا۔[2] اس وقت ان کی عمر پندرہ سولہ سال تھی۔[3] پھر آپ میاں بیوی بڑے پیار ومحبت سے اپنی ازدواجی زندگی کے لمحات گذارنے لگے اور آپ کے گھر میں پہلے ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام زون (یعنی چاند) رکھا گیا۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک لڑکا عطا کیا جس نے حیدر نام پایا۔[4] حیدر کی ولادت تک حضرت شیخؒ کی شادی کو چھ سال ہو چکے تھے۔اس دوران آپ زمینداری کے ساتھ دیگر دنیائی کام بھی خود کرتے تھے۔[5]

غار نشینی

حضرت شیخؒ بچپن سے ہی ذہین وعقلمند تھے۔اس لئے ہر چیز پر بڑی سنجیدگی سے سوچتے تھے۔آخرت کی جواب دہی اور حساب ومیزان کا ان کے ذہن وضمیر پر ایک گہرا اثر تھا۔لہٰذا وہ دنیا کے لہو ولعب اور دنیا پرستی سے کوسوں دور تھے۔آخرت کی دائمی زندگی کے مقابلے میں دنیا کی عارضی زندگی پر غور وفکر کرتے تھے۔فکر آخرت اور خوف خدا ان کے رگ و ریشے میں اس طرح بس چکا تھا کہ وہ دنیا سے نفرت

---

[1] برج نور۔ [2] تذکرہ اولیاء کشمیر۔ [3] برج نور۔ [4] ایضاً۔ [5] برج نور

کرنے لگے۔جس میں وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ شدت آ گئی۔بالآخر وہ ترک دنیا پر آمادہ ہو گئے۔

فکر آخرت پر انہوں نے کئی طویل نظمیں لکھیں جنہیں پڑھ کر آج بھی انسان آخرت کی جواب دہی کے خوف سے لرز اٹھتا ہے۔روایت ہے کہ حضرت شیخؒ جب اس طرح کے کلام کو پڑھتے۔تو اس قدر زار وقطار روتے کہ بے ہوش ہو کر گر پڑتے۔اگر گھر سے دور ہوتے تو کندھوں پر اٹھا کر گھر لائے جاتے۔جبکہ آپؒ کو اس کی کچھ خبر نہ ہوتی[1]۔

تذکرہ اولیاء کشمیر میں ہے کہ ''حضرت شیخؒ کھانے پینے اور اونگھنے سے بھی اجتناب کرتے تھے۔ان کی حالت یہاں تک پہنچی تھی کہ زمین پر بے ہوش پڑے رہتے اور جب ہوش میں آتے، تو سر پر خاک ڈال کر زار زار رویا کرتے تھے۔اتنا بیقرار ہوا کرتے کہ لوگ ان کو دیوانہ خیال کرنے لگے تھے۔''

غرض شیخؒ کو ترک دنیا اور غار نشینی کیلئے خوف آخرت کے تصور نے تیار کرلیا۔

حضرت شیخ نورالدین ولیؒ کی جوانی کے زمانے تک اسلام کو کشمیر میں آئے ہوئے تقریباً ستر، پچھتر سال ہو چکے تھے۔اگرچہ اس وقت اسلام یہاں کے گوشہ گوشہ میں پہنچ چکا تھا۔لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہندو مذہب اور بودھ مت ختم ہو چکی تھی۔بلکہ یہاں اس وقت بھی ایک بڑی تعداد ان مذاہب سے وابستہ تھی۔

چونکہ ان مذاہب میں ترکِ دنیا اور غار نشینی کو بڑی قدر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ غیر مسلم ریشی گھر بار اولاد وازواج سے دور ہو کر گھپاؤں میں زندگی گذارتے تھے۔ان کا خیال تھا کہ یہی طریقہ ہے جس سے وہ اپنے خدا کی رضا حاصل کر کے صداقت تک پہنچ سکتے ہیں۔

---

[1] شیخ العالم کا ذہنی ارتقاء

اس قسم کے خیالات اس وقت غیر مسلم سادھوں اور ریشیوں کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں بھی کسی حد تک پائے جاتے تھے۔ابتدائی زندگی میں حضرت شیخؒ پر بھی ان خیالات کا اثر تھا۔جیسا کہ آپؒ خود اپنے خلیفہ خاص بابا نصرالدینؒ کو مخاطب ہوکر فرماتے ہیں۔ ؎

نصر بابہ جنگل کھسُن گیم خأمی مےٚ دۄپ یہِ آسہِ بۄڈ عبادت

''بابا نصرالدینؒ: آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے شروع جوانی میں سنیاس کیوں لیا، کیوں گھپاؤں اور جنگلوں میں انسانی بستیوں کو چھوڑ کر اپنا مسکن بنایا۔ دراصل مجھے ان دنوں یہ سوجھی کہ خالق کائنات کو خوش کرنے کیلئے سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ آدمی گھر بار اور اہل وعیال چھوڑ کر جنگلوں میں سکونت کرے''۔

حضرت شیخؒ نے تقریباً بائیس تئیس سال کی عمر میں اپنے گھر بار اور اہل وعیال کو چھوڑ کر غارنشینی کی راہ لی[1]۔

پھر آپ کیمو[2] شہمار ٹینگ (گوپھہ بل) میں قیام کر کے ذکر و اذکار کے ساتھ ساتھ انسان کے مقصد وجود اور اس کائنات پر غور وفکر کرنے لگے۔یہی غور وتدبر ہے جس نے انہیں اپنے دور ونزدیک کے سارے رشتے بُھلا دیئے۔دنیاداری کے بجائے دنیا چھوڑنے پر مطمئن کر دیا۔

ان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس غارنشینی کے دور میں حضرت شیخؒ فکری لحاظ سے ان لوگوں کے طرز زندگی اور طریقہ عبادت کی طرف مائل تھے، جو گھر گرہستی، اجتماعی زندگی، دنیا اور دنیاوالوں سے دور ہوکر ترک لذات اور گمنام زندگی گذارتے تھے۔جن میں لَلہ دید، زلکار ریشی، میراں ریشی اور یاسمن ریشی وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

---

[1] تذکرہ اولیاء کشمیر۔ [2] کیمو گاؤں ضلع کولگام میں واقع ہے۔

حضرت شیخؒ اور ان کی ماں کا مکالمہ

حضرت شیخ العالمؒ نے جس زمانے میں غارنشینی کی زندگی اختیار کی۔اس وقت ان کے گھر میں ان کی بوڑھی ماں، جوان بیوی، دو پیارے بچے تھے۔ان سب کا وہی ایک کفیل اور کمانے والا تھا۔ماں کو بوڑھاپے میں بظاہر وہی ایک سہارا اور خدمت گذار دکھائی دیتا تھا۔جوان بیوی کو اِنہی کے ساتھ سکون و راحت اور پر مسرت زندگی کی امیدیں وابستہ تھیں۔بچوں کو پیار ومحبت اور تعلیم وتربیت اور پرورش کرنے والا وہی ایک نظر آتا تھا۔اسلئے وہ حضرت شیخ ؒ کے ترک دنیا اور غارنشینی پر کیسے مطمئن ہوسکتے تھے۔انہوں نے حضرت شیخ ؒ کو سمجھانے کی کوششیں کیں کہ یہ طرزِ عمل اور طریقہ زندگی آپ کا ٹھیک نہیں نہ صرف ہمارے لئے نقصان دہ ہے۔بلکہ یہ آپؒ کیلئے بھی کچھ منافع بخش نہیں ہے۔

پہلے بوڑھی ماں صدری بی بی ان کے پاس آئی اور سمجھانے کی بھرپور کوشش کی۔ چونکہ ماں بیٹے کی یہ گفتگو تذکروں میں منظوم صورت میں آئی ہے۔یہاں ہم اس منظوم کلام میں سے چند اشعار درج کرینگے!

ماں اپنے پیارے بیٹے کی غارنشینی اور فاقہ کشی دیکھ کر کہتی ہیں ؎

نندِ گُجس بہ چانہ کلی نندِ زو وتہ زچہِ ما کھبنے
نند کھبنہِ رۄس ماز مو گلی نند کتھِ پتہِ برہم دِہنے

''پیارے نورالدین: تمہاری جوانی میں گلی جارہی ہوں۔ پریشان ہوں کہ اس گھپا میں تمہیں کیڑے نڈھال کر دینگے۔

یہ فاقہ کشی تمہیں ہڈیوں کا ڈھانچہ بنادے گا۔یہاں آپ کی گذر بسر کیسے ہوگی''۔

نورالدینؒ

موج بوچھہِ چھَم امرت دھورے　　موج جندِ چھُم خامہ جامہ تنے
موج نفسس دیتُم تورے　　منے بنی خداے سورُے واتنے

''پیاری ماں! یہ بھوک میرے لئے امرت دھار ہے یعنی آب حیات ہے۔ یہ چیتھڑے میرے لئے خاص لباس، نفس کی بھوک کے دروازے ہی بند کر دیئے ہیں میں نے، میرے لئے سارا انتظام خود اللہ کرے گا''۔

ماں!

نند گوپھہِ چھے گگر تہِ مچھی　　نند شال تہِ ہہہ مو پنے
نند کیاہ کرِ کُرتھم پھیٹوے　　نند دو تہِ یچھہِ کھوژو نے

''بیٹے! گھپا میں چوہے اور کھیاں ہیں۔ گیڈر اور شیر کا ادھر داخل ہونے کا خطرہ ہے۔ افسوس تو مجھے غافل رکھ کر بھاگ گیا۔ دیو اور جن تمہیں ڈرانے آئینگے''۔

نورالدینؒ

گوپھ بہ وندے ہُنی تری　　جندِ بہ وندے پاٹی کاے
گگرن رازِ شوکن بہ گندی　　عمر بہ وندے گر ڈاے
موج گوپھ چھم کوٗ رمُت گچھ تہ　　موج شال تہِ ہہہ چھم بأژے
عمر وندن بہ اکُے پچھ تہ　　موج دیو تہِ یچھ چھم خدمژے

''ماں! میں غار کو ایک ایسا بہترین مکان سمجھتا ہوں جس میں انسان نہ رہتے ہوں۔ میں چیتھڑوں کو ریشمی لباس سمجھتا ہوں۔ چوہے بڑے سمجھ دار میرے دوست ہیں۔ میں ان کے ساتھ کھیلوں گا۔ گھپا کو میں نے صاف و پاک کیا ہے۔ رہے گیڈر

اور شیر وہ تو میرے گھر کے آدمی ہیں۔ عمر تو چاند کا پندرہواڑہ جیسا ہے اور یہ دیو اور جن میری خدمت میں جُٹے ہوئے ہیں''۔[1]

ماں!

نندہ کأماہ دپے نتہِ　　نندہ انڈ چھُم گیلان کرٗونے
نندہ دپتو کنیا گوٗے کینہہ　　نندہ گو پن تٹ وٗتھ میونے

''نورالدین! میں تجھے کوئی بھی کام کرنے کو نہیں کہوں گی اقربار واحباء خندن زن ہیں۔ نورالدین! یہ تو بتا کہ کون سی بات تیرے دل کو لگی کہ تو نے میرے گھر آنا چھوڑ دیا''۔

نورالدین!

موج بہ نَے گرِ چون یچے　　منے بنی خداے یی تھوو لونے
موج بہ نے تھاجہ بتہِ کھچے　　منے بنی نہ کھبنہ من صاف سپونے

ماں! میں تیرے یہاں نہیں آؤں گا۔ میرے مقدر میں یہی لکھا ہے۔ میں رکابی میں پروسا کھانا نہیں کھاؤں گا۔ کھانا نہ کھانے سے میرا باطن منوّر ہو چکا ہے[2]۔

☆☆☆

---

[1] حضرت شیخ العالمؒ کا ذہنی ارتقاء۔
[2] برج نور۔

شیخؒ اور ان کی بیوی کا مکالمہ

اس کے بعد چند اور رشتہ دار حضرت شیخؒ کے پاس کیموغار (گوپھ بل) کے دھانے پر آئے۔ تاکہ آپ کو فاقہ کشی اور رہبانیت کی زندگی چھوڑ کر گھر آنے کیلئے تیار کرے۔ مگر انہیں ناکامی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ اس اثناء میں ان کی جوان بیوی زاہدہ خاتون آئی اور آپ سے مخاطب ہو کر کہا:

شیخہٕ میانہٕ بوزتو زأری ژنے تراٗوتھ سأری انگہ
کوو مٹھے آدنچ یأری دپتہٕ کھبن بتہٕ بہ کس منگہٕ

''میرے سرتاج نورالدین: سُن میرا عرض کہ تم نے کیوں سارے رشتے ناتے توڑ دیئے۔ کیوں بھول گیا مجھے اور میرے پیار و محبت کو۔ ہمارے کھانے کا انتظام کون کرے۔ میں نان و نفقہ کس سے مانگو۔''

نورالدینؒ!

وتھرُن کُنڈی تہٕ وُرُن جندٕ دیگہٕ ہُنڈے تمنا مےٚ ترٗوو
زے سپُس دیہٕ سُند بنٛدہ تن ہو ہت رؤدُس توو

''دیکھو زاہدہ! خار و خس میرا بچھونا ہے اور چیتھڑے میرا اوڑھنا ہے۔ گھر میں میٹھے پکوان کھانے کی تمنا میں نے چھوڑ دی ہے۔ میں اللہ کی بندگی میں دن رات مشغول ہوں اسلئے یہاں چھپا بیٹھا ہوں۔''

زاہدہ!

جورُک محبت چھُ سرفن تہٕ ربیٚن أسی کوت کرٕیشو عمرٕ تہٕ وأنسے

شیخہٕ مالہ ژے چھُکھ پرٕنان بیٚن ہے ہے کوٚر مو زیوٚن کأنسے

''رفیق حیات سے پیار سانپوں اور چونٹیوں کو بھی ہے۔ انتظار میں شریک حیات کیلئے کیسے عمر بھر تڑپتی ترستی رہوں۔ میرے شیخ تم دوسروں کو اچھی اور عقل کی باتیں سمجھاتے پھرتے ہو، خود تمہارا یہ حال کیوں ہے۔ افسوس لڑکی کسی کے گھر پیدا ہی نہ ہو'' [1]

وبسہٕ میانہٕ چھے کھوٚان چوٚان دارٕ بُرٕی وُچھان گرٕ وأکی آے
بہٕ چھس فکرن تہٕ حارتن پوٚان ژپتھ رؤشتھ رؤدہم کوٕ

''میری سکھیاں کھاتی پیتی ہیں اور اپنے خاوندوں کی راہیں تکتی ہیں میں رنج و غم سے دل ہی دل میں گلی پگھلتی جا رہی ہوں تو مجھ سے کیوں روٹھا''

نورالدینؒ!

وبسہٕ چانہٕ چھے واندرن پنزے وبسہٕ چانہٕ بس نزے چھے
تم شوٗبہٕ نے قیامُ ژوٚنزے تن ہو ہتھ رؤدُس توٕ

''تمہاری سہیلیاں بندر، بندریاں کا نجوگ ہے جو راہِ حق میں رکاوٹ بنا ہے وہ قیامت کی کنیزیں ہوں تو بھلا میں نے اسی لئے اپنے جسد خاکی کو نڈھال کر کے مٹا ڈالا''۔

زاہدہ:

رؤدہم گوپھ کیٚا میون لسُن آسمانس کھسُن مےٚ پیٚو
گہر شوب رنگہ پُنن آسُن ژپتھ رؤشتھ رؤدہم کوٕ

''اے شیخ! تو غار نشین ہوا میری زندگی کا مطلب جاتا رہا۔ گویا مجھے فضائے بسیط پھاندنا پڑا

---

[1] برج نور

گھر کی رونق اپنے رنگ میں (زن وشوہر کے) خوش وخرم ہونے میں ہے۔''

نورالدینؒ!

زے لئے کر ژِ اخرتس پر مستس کیاہ منگہ نے
تتھی جاے کر پنہٕ نس پتس تن ہو ہتھ روٗدس توٕ

''زاہدہ! تواپنے آخرت کوسنوار، ادھراُدھر بھٹکنے سے کیا حاصل وہیں اپنے نان ونفقہ کے خیال سے دامن چھڑا۔میں نے اسی لئے اپنے جسدِ خاکی کو نڈھال کرکے مٹاڈالا''۔[1]

اس طرح حضرت شیخ نورالدینؒ کی ماں، بیوی اور دیگر رشتہ دار کے شکوہ شکایت اوروعظ ونصیحت ان پر کچھ اثر نہ کرسکی۔شیخ ان کے منانے سے اپنی گوشہ نشینی کی زندگی کو چھوڑنے کیلئے تیار نہ ہوئے۔

تازی بھٹ کا قبول اسلام

زاہدہ خاتون جب اپنے خاوند حضرت نورالدینؒ سے تھک ہار کر آئی ، تو انہوں نے اپنے رشتہ داروں کے کہنے پر حاکم وقت کے پاس اپنے اوراپنے معصوم بچوں کے نان ونفقہ کیلئے استغاثہ کیا۔حاکم نے شیخؒ کی گرفتاری کیلئے تازی بھٹ نامی کوتوال کو مامور کیا[2]۔جو بڑا تُند مزاج پولیس افسر تھا۔تازی جب حضرت شیخؒ کے پاس غار میں پہنچا تو بڑی سختی سے شیخؒ کے ساتھ پیش آیا۔شیخؒ نے اسکی سختی اورگُستاخی کو خندہ پیشانی سے برداشت کیااوراس کے سوالات کے جوابات حسنِ اخلاق اورحلم وبردباری سے دیئے۔جس کے نتیجہ میں کوتوال ان کے گفتار وکردار اور شخصیت سے

[1] برج نور۔ [2] تذکرہ اولیاء کشمیر

متاثر ہوا اوراسی وقت مشرف بہ اسلام ہوگیا۔اسلام قبول کرنے کے بعد تاج الدین نام پایا۔اورسرکاری نوکری چھوڑ کر شیخؒ کی خدمت میں رہنے لگے۔[1]

اس کے بعد ہی حضرت شیخ العالمؒ کے دونوں بچے اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔[2]

غارنشینی سے توبہ

آخرحضرت شیخ العالمؒ نے اپنی تیس سال کی عمر میں غارنشینی اورترک دنیا کی زندگی کو چھوڑ دیا[3]۔کچھ مورخین کے نزدیک بارہ سال اوربعض محققین کے نزدیک سات آٹھ سال تک آپ ترک دنیا اورفاقہ کشی کی زندگی گذارتے رہے[4]۔اسکے بعدآپ سنتِ نبوی کے مطابق مجاہدہ اور ریاضت کرنے لگے۔زہدوتقویٰ میں اعلیٰ کمال پایا،اورعبادت واطاعت میں بے مثال درجہ حاصل کیا۔اورمسلمانانِ کشمیرکو خالص قرآن وسنت کی پیروی کی طرف دعوت دینے لگے۔دین اسلام کی اشاعت کیلئے شب وروز کام کرنے لگے۔

خواجہ اعظم دیدمری، واقعات کشمیر میں لکھتے ہیں!

''تیس برس کی عمر میں انہیں توبہ کی توفیق نصیب ہوئی۔اورانہوں نے رہبانیت سے منہ موڑا.....اسلامی شعار اورضوابطہ پر ریاضت اور بندگی کی بنیاد رکھی۔

اس طرح وہ قدما اوراخراء کیلئے ایک یادگار بن گئے (شیخؒ نے) قول وفعل میں سنت نبوی کے اتباع کا پرچم بلندکیا''۔

اس کے بعد حضرت شیخ العالمؒ عمر بھر غارنشینی ،جنگل پیمائی اور فاقہ کشی کے طرزِ عمل کی مخالفت کرتے رہے۔اور اس طریقہ زندگی کو حقارت کی نظر سے دیکھتے

[1] تذکرۂ اولیاء کشمیر۔ [2] ایضاً۔[3] واقعات کشمیر۔[4] شیخ نورالدین ولی، حضرت شیخ العالمؒ کا ذہنی ارتقاء

رہے۔ جیسا ان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے یہاں ہم بطورِ نمونہ چند اشعار درج کرتے ہیں ۔

وَن پَنُزی تہٕ واندر آسن گگر گوپھن برن واس
پاٹھون وقتن یم اگہ مل کاسن نِشہٕ آسن بأژن تمے چھِ خاص

''جنگل بندروں اور بن مانسوں کا مسکن ہے۔ غاروں اور گھپاؤں میں زمین دوز جاندار رہتے ہیں جیسے چوہے وغیرہ۔

جو غاروں اور جنگلوں کو چھوڑ کر نمازِ پنجہ گانہ کی اقامت کرے اور اپنے اہل و عیال کی دیکھ بال شریعت کے مطابق کرے وہی خاصان خاص ہیں''۔

نصر بابہ جنگل کھسُن گیم خامی مےٚ دوٚپ یہٕ آسہٕ بٕڈ عبادت
وُچھتہٕ یہٕ اُس بٕڈ بدنأمی سرٕ اُس کرٕنی کُنی کتھ

''اے بابا نصرالدین تلاش حق کے ابتدائی دور میں میرا جنگل کی راہ لینا میرے ناپختہ شعور کی خام خیالی تھی اور اس خامی کو میں علی الاعلان تسلیم کرتا ہوں۔ اُن دنوں میں خیال کرتا تھا کہ انسانوں کی بستی سے دور جنگل میں اللہ کو یاد کرنا کمالِ اطاعت و بندگی ہوگا۔ لیکن اب تجربہ ہوا کہ میں نے خواہ مخواہ یہ بدنامی اپنے سر لے لی۔ تلاش حق اور عبادتِ ربّ اصل میں انسانی بستیوں میں ہی ادا کی جاسکتی ہے۔''

غرض حضرت شیخؒ راہبانہ طرزِ عمل سے نہ صرف خود باز آئے، بلکہ دوسروں کو بھی اس سے دور رہنے کی تلقین وتاکید کرتے رہے۔ اسکے بعد آپ نے اپنا تمام تر توجہ دین حق کی سربلندی کیلئے وقف کیا۔ اسلام کی دعوت وتبلیغ کو اپنا نصب العین بنایا۔

دعوت دین اور حضرت شیخ العالمؒ

حضرت شیخ نورالدین ولیؒ ایک داعی، مبلغ اور مصلح تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ اسلام کا بھول بھالا ہر جگہ اور ہر وقت ہو۔ ہر فرد اسلام کے دائرہ میں آکر صرف اور صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی کرے۔ کفر والحاد اور بت پرستی دیکھ کر وہ بے چین ہوتے تھے۔ مختلف برائیوں میں مبتلا لوگوں کو ان سے باز لانے کی کوششیں کرتے تھے۔ اس کے لئے وہ کشمیر کے اطراف واکناف میں کئی بار گئے۔ آپ خود فرماتے ہیں ۔

کٔشیرِ پھیٚرُس أندٕ أندی کأنسہٕ کوٚرُم نہٕ براندی تٚراو
جندس کُرم ییلہٕ پیوندی اتھ تہٕ دوپ ہم فندی آو

''میں کشمیر کے کونے کونے میں (دعوتِ حق) کے سلسلے میں گیا۔ لیکن کسی کی دہلیز پر دست سوال وانہیں کیا۔

کم مائیگی نے مجھے اپنے لباس پر پیوند لگانے پر مجبور کیا۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ میں نے فند بازی کیلئے جندے پہن رکھے ہیں۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخؒ دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں کشمیر کے کونے کونے میں گئے اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آپؒ کو اس راہ میں مختلف مشکلات ومصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ لوگوں نے آپؒ کو لعن وتشنیع دے کر آپؒ کے مذاق اڑائے۔ مگر پھر بھی آپ دعوت دین کا کام بڑی تن دہی اور دلچسپی سے کرتے رہے۔

حضرت شیخ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ نہ صرف خود انجام دیتے تھے۔ بلکہ وہ تمام مسلمانوں کو اس بات پر ابھارتے تھے کہ وہ فریضہ دعوت وتبلیغ انجام دے۔ فرماتے ہیں ۔

یتھ واوِ ہالے ژونگ کُس زالے　　تلہٕ کنہ زالبس علم تہٕ دین
پرکتھ تراُوتھ سُہ کتھ پالے　　سورُے علم چھُس الف لام میم

''اس کفر وشرک کی آندھی میں کون ہے جو علم اور دین اسلام کا چراغ روشن کرے۔ منکرات کو چھوڑ کر معروف پر عمل کرے۔ تمام علوم کا منبع الم ہے۔ یعنی قرآن مقدس ہے''۔

ان اشعار میں حضرت شیخؒ ایک مسلمان کو کمر بستہ ہوکر کفر والحاد کی اندھیروں میں دین حق کا چراغ روشن کرنے پر ابھارتے ہیں۔ اور یہ کام مسلمان کو ہی کرنا ہے۔ کیونکہ دین حق کا امین اور حق وصداقت کا علم بردار وہی ہے۔

ایک موقعہ پر حقیقی مومن کے اوصاف کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

پر تہٕ پان لیس سُدرس تارے　　سُے دیہٕ زے مسلمان

''جو اپنے آپ کے ساتھ دوسروں کو بھی کنارے پر لے آئے اُسی کو حقیقی مسلمان کہہ دو''۔

یعنی حقیقت میں مومن کامل وہی ہے جو اپنے آپ کے ساتھ دوسروں کی خیر و فلاح کے لئے کام کرے۔ اور اپنے آپ کے ساتھ اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی دنیا کی ذلت اور آخرت کے عذاب ورسوائی سے بچائے۔

حضرت شیخ العالمؒ دعوت وتبلیغ کی راہ کے نشیب وفراز سے بخوبی واقف تھے اسلئے آپؒ مسلمانوں کو نہ صرف تبلیغ دین کے لئے ابھارتے تھے۔ بلکہ آپؒ انہیں اس راہ میں پیش آنے والے مصائب وآلام اور خطرات سے باخبر کرکے استقامت کی تاکید کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

ژالُن چھے وُزملہٕ تہٕ تراُے　　ژالُن چھے منڈنمن گٹہٕ کار

''کاروانِ حق کے ساتھیوں! دعوتِ دین کی راہ میں۔ تم پر ظلم وجبر کی گرج چمک کے ساتھ بجلیاں گرائی جائیں گی۔ اس قدر آلام تم پر ڈال دئے جائیں گے کہ تمہیں دن دھاڑے گھٹاٹوپ اندھیرا محسوس ہوگا۔''

حضرت شیخؒ کی دعوت کے اصول

یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارے تذکرہ نگاروں اور مورخین نے دیگر اولیاءِ کرامؒ کی طرح حضرت شیخ العالمؒ کے دعوتی کارناموں اور اصلاحی کاوشوں کو اجاگر کرنے کی طرف خاص توجہ نہ دی۔ اس کے بجائے انہوں نے کرامات اور مافوق الفطرت واقعات کو بیان کرنے پر خاصا زور دیا ہیں۔ جس سے ان کی دعوت وتبلیغ کے اصول وآداب اور طریقہ کار دب کر رہ گیا۔ اور عوام ان کی دعوت اور اس کے اصول اور طریقہ کار سے واقف نہ ہوسکے۔ جبکہ حضرت شیخؒ کی زندگی اور ان کے منظوم کلام کے بغور مطالعہ کرنے سے ان کی دعوت واصلاح کے اصول وآداب کھل کر سامنے آتے ہیں۔ لہٰذا یہاں ہم کوشش کرینگے کہ قارئین کے سامنے حضرت شیخؒ کی دعوت وتبلیغ کے چند اصول وآداب بیان کرے۔

توحید

حضرت شیخؒ کی دعوت کا بنیادی اور اہم اصول توحید تھا۔ یعنی خدائے تعالیٰ کے بندوں کو خدائے واحد کی بندگی اور عبادت کی طرف بلانا۔ انہوں نے زندگی بھر اللہ کی عبادت واطاعت کی طرف دعوت دی۔ اور کفر وشرک کی مخالفت مختلف طریقوں سے کی۔ ان کی جماعت میں شمولیت کیلئے پہلی شرط اللہ کی وحدانیت کا

اقرار اور ہر قسم کے کفر والحاد سے انکار تھا۔

آپ اپنے کلام میں مختلف اسلوب سے ایک سامع اور مدعو کے دل میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، ربوبیت اور الوہیت کا راسخ تصور پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔اس پر آپ بڑی زوردار اور واضح دلائل دیتے ہیں۔فرماتے ہیں ؎

سُے اوس تہٕ سُے آسے سُے سُے کُرِ زِ ہے ہا زُوو
سُے سأری اندیشہ کاسے ہا زُوو پالیس پتو

''وہی تھا جب کچھ بھی نہ تھا۔وہی ہے اور وہی رہے گا۔جب سب کچھ فنا ہو کر رہے گا۔اس لئے میری جان تمہیں اُسی کا بن کر رہنا چاہئے تھا۔وہی تمہارے اندیشے دور کر سکتا ہے۔خبردار اب بھی ہوش میں آ اور اپنے سود وزیاں کے بارے میں سوچ۔''

کُنبر ہے بوزکھ کُنہِ نو روزکھ أمٕ کُنزن کوتاہ دیٚت جلاو
عقل تے فکر تور کوٚت سوزکھ کأنسہِ نباہ ہیوٚک چیتھ سُہ دریاو

''اللہ کی وحدانیت تسلیم کرنے سے تمہارا اپنا علیحدہ وجود گم ہو جائے گا۔کیونکہ وحدت کثرت میں اس قدر نمایاں ہے کہ اس بارے میں تیرا تدبر کرنا بے سود ہے آج تک کوئی بھی اس طرح خدا کو سمجھنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔''

خداے چھُ اکُے ناو چھِس لچھاہ ذکرِ رۆس اکھ کچھاہ مو
عمر وہندن اکُے لچھا رزقہٕ رۆس اکھ مچھاہ مو

''خدا ایک ہی ہے اگر چہ اس کے لاکھوں نام ہیں۔اس کے ذکر سے غافل یہاں گھاس کا ایک تنکا بھی نہیں۔

زندگی کو نہایت مختصر خیال کرو اور یاد رکھو رزق کے بغیر یہاں ایک مکھی بھی نہیں۔''

اللہ کی بڑائی بیان کرنے کے ساتھ حضرت شیخؒ اسکی عبادت واطاعت کرنے کی تلقین بھی کرتے ہیں ؎

سرتن خداے گار تٚہنٛزِ وتے بیتہٕ مالہِ روزان نیک و بد کتھ

''اللہ کو پہچان، اور ان کے رضا مندی کے راستوں کو ڈھونڈ یہاں ہر انسان اپنے پیچھے نیک یا بد کی ایک کہانی چھوڑ جاتا ہے۔''

یہِ کیٚژھا خداین تہٕ رسولن دۆپُے تہِ تیٚمٕ پول تہٕ سُہ ژاو گربندے

''جو کچھ اللہ اور اسکے رسولؐ کا فرمان ہے۔اس پر جس نے بھی خلوص دل کے ساتھ عمل کیا وہی مقبول بارگاہ ہے۔''

اس کے ساتھ آپ ہر قسم کے شرک وکفر کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے سامعین کو اس کے نقصانات سے آگاہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

دے مو دیو موکھے آسی پھل مو آسی ار خلن

''اللہ تعالیٰ دیو (یعنی بت کی) صورت نہیں ہو سکتا۔زقوم کے درختوں پر پھل نہیں لگ سکتا۔''

رسالت

حضرت شیخ العالمؒ کی دعوت کی دوسری بنیاد رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور اس پر مکمل ایمان اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمہ وقت اطاعت ہے۔حضرت شیخؒ اپنے کلام میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، اطاعت اور سنت کی طرف مختلف طریقوں سے دعوت دیتے ہیں۔چاہتے ہیں دنیا کے ہر معاملے اور زندگی کے ہر شعبہ میں آپؐ کی ہی قیادت اور رہبری قبول کر کے اطاعت وپیروی کی جائے۔آپؐ فرماتے ہیں ؎

محمدؐ تہٕ ژور یار برحق گُنزرُکھ تمن نِش اندنٛے دُنیہٚک نیٚاے
جان تہٕ پان یۆ دتمن پتھ بنزرکھ سوے چھے تور کرٕ بٚڈ رہکاے

''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور چاریار باصفا کو معیارِ حق تسلیم کرے ۔انکے پاس تمہارے تمام تر دنیائی مسائل حل ہونگے۔ان کی اطاعت اور اتباع میں جب تم اُن پر اپنے جان وتن کوفدا کروگے تو یہ تمہارے لئے آخرت کی سب سے بڑی کھیتی ہے۔''

پأرک پأرک لگو زِ ہا تس پیغمبرسؐ یَس ہِنٛدِس دورس رحمت چھ جأری

''فدا ہونا چاہئے تمہیں اُس پیغمبرؐ پر جس کا دور سراپا رحمت ہی رحمت ہے''۔

اس طرح مندرجہ بالا اشعار سے یہ واضح ہوا کہ شیخؒ کی دعوت کی بنیاد توحید و رسالت تھی۔اسکے علاوہ آپؒ اپنے کلام میں کلمہ طیبہ میں موجود خیر وخوبیوں کا بار بار تذکرہ کرتے ہوئے اپنے مدعوین کو اسکی طرف دعوت دیتے ہیں۔چونکہ اس کلمہ کا اقرار اور پڑھنا اسلام کی اولین شرط ہے۔ایک غیر مسلم کو مسلمان بننے کیلئے اسکا پڑھنا اور جاننا نہایت ضروری ہے۔حضرت شیخؒ فرماتے ہیں ؎

وارِ یۄد کلمٕک معنہٕ بوزکھ پتہٕ کیو تتہٕ اِو آسکھ صاف

''کلمہ طیبہ کے معنی اور تقاضے ذہن نشین کرلو۔پھر یہاں اور وہاں دونوں جہانوں میں تم سرخ رو ہوگے''۔

فکر آخرت

حضرت شیخؒ کی دعوت کا تیسرا اصول فکر آخرت اور اس پر کامل یقین و ایمان ہے۔آپؒ اپنے کلام میں بار بار دنیا پرستی کی مذمت کرکے دنیا کی عارضی اور فانی ہونے پر مختلف دلائل پیش کرتے ہیں۔اس کے برعکس آخرت کی دائمی زندگی کی حقیقت اجاگر کرتے تاکہ سامع کے ذہن میں آخرت کا کامل یقین پیدا ہو اور وہ دنیا پرستی کو چھوڑ کر آخرت کی فلاح و کامیابی کی طرف راغب ہو۔اس کے لئے آپؒ انسان کے سامنے آخرت کے مختلف مراحل حساب و کتاب، میزان و صراط، عذاب

اور آرام و انعام کو مختلف پیرایوں میں بیان کرتے ہیں تاکہ بندہ آخرت کی فلاح و کامرانی کی خاطر ہمہ وقت کام کرنے کے لئے تیار ہو۔

چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

تتہٕ کیٚا کرکھ روزِ محشرس بیتہٕ خاصن تہٕ عامن آسہٕ تلواس

مول پلہٕ زِنہٕ گبرس تمہٕ گٹھ کارے صٕبر روزِنہٕ صأبرن تم تہٕ کھبن تراس

''وہاں روز محشر میں کیا کروگے۔جہاں خاص وعام سب سخت خوف زدہ ہونگے۔ جہاں ہولناک مناظر دیکھ کر باپ بیٹے کی کوئی مدد نہ کرسکے گا۔بڑے بڑے صابروں کے قدم ڈگمگائیں گے مارے خوف کے۔''

کھوژان کونہٕ چھُکھ توٚرچھن پامن یُتھنو گوٚھی دامن تر

''تم آخرت کے لعن وطعن اور ملامت سے خوفزدہ کیوں نہیں۔خبردار کمال احتیاط سے کام لو اور اپنے دامن کو تر ہونے سے بچالو۔''

یمٚہٕ دوہہ صاحب تٚہٕری دوذخ تمہٕ دوہہ تولن پن تہٕ پاپ

''جس دن اللہ تعالیٰ مالک یوم الدین دوذخ کو بڑھکائے گا۔وہی دن ہوگا جس میں میزانِ عدل پر گناہ اور ثواب تولے جائیں گے''۔

اتباعِ قرآن

حضرت شیخ العالمؒ کی دعوت قرآن پاک کی اطاعت واتباع کی طرف تھی۔ کیونکہ یہی دنیا اور آخرت کی فلاح و کامیابی اور امن وامان کا ضامن ہے۔اسی لئے آپؒ مسلمانانِ کشمیر کو قرآن کی مکمل پیروی اور اطاعت پر خاصا زور دیتے تھے۔

قرآن پران کونو مؤدُکھ قرآن پران کونو گوٚے سوٚر

قرآن پران زندِ کتھہٕ رؤدُکھ قرآن پران دوٚد منصور

قرآن پران ،کتھہ بے غم روٗ دُکھ　　یامتھ پھری ہتہٕ بٔدی ژوٗر
تمو پور قرآن یمو شب و روز ودکھ　　ودان ودان گوکھ أڈی جن سوٗر

''قرآن پڑھتے ہوئے احکام الٰہی کے سامنے تم لاش میں تبدیل کیوں نہ ہوئے؟
قرآن پڑھتے ہوئے تم عشق الٰہی کی آگ سے راکھ کا ڈھیر کیوں نہ ہوئے؟
قرآن پڑھتے ہوئے قرآن کو مردہ اور اپنے آپ کو زندہ کیوں سمجھ بیٹھے؟
قرآن پڑھتے ہوئے تو منصور عشق الٰہی کی آگ میں جل گیا۔
قرآن پڑھتے ہوئے تو کس طرح بے غم رہا یہاں تک کہ تمہارے ذہن کو سینکڑوں غلط اور باطل فلسفوں نے چوری چھپے لوٹ لیا۔
یادرکھ قرآن تو ان لوگوں نے پڑھا جو اس کے احکام پر عمل پیرا ہونے کیلئے شب و روز اشکبار رہتے تھے۔ یہاں تک کہ روتے روتے ان کی ہڈیاں تک چور چور ہوگئیں۔''

اسلامی فرائض کی پابندی

حضرت شیخ العالمؒ کی دعوت کا پانچواں اصول یہ ہے کہ انسان اسلامی عقائد اور افکار کا پابند بن کر اسلامی عبادت فرائض اور اعمال کی طرف راغب ہو کر ان پر عمل پیرا ہو۔ اس بارے میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہ برتے۔ اور نہ اس میں غیر اسلامی طریقے کی مداخلت کا روادار ہو۔ یہ اعمال صرف اور صرف اسلامی احکام کے مطابق ہوں۔ اس معاملے میں وہ تساہل اور تغافل کو پسند نہیں کرتے تھے۔ بلکہ چاہتے ہیں ان فرائض کی سختی کے ساتھ پابندی کی جائے۔

فرماتے ہیں ؎

اسلامی کامبن دوہہ دبن برسہ　　علیمچہٕ لرِ کلمہ چھے زأ لی تڑاو
روزِ نماز حج زکوٰۃ سر سہ　　یُس کر گونگل سے کرِ کڑاو

''تم ہمہ تن اسلامی کاموں میں اپنا دن رات گذارتے رہ۔ یاد رکھ علم کی عمارت کی نزاکت اور خوبصورتی کلمہ طیبہ سے ہے۔ اسلامی اعمال یعنی نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی بجا آوری میں لگ جاؤ۔ یادرکھ جو ابتدا کرے گا وہی انجام کرسکتا ہے۔ یعنی جو بوئے گا وہی کاٹے گا''۔

توش بنٛدِ نماز بٕیہِ رمضانس　　تی بابہِ لگہِ یو پانس ستۍ

''نماز اور رمضان میں حد درجہ شوق و ذوق دکھا کر اظہار مسرت کر کیونکہ یہی تو اصل پونجی ہے جو تم یہاں سے ساتھ لے جائے گا۔''

زکوٰۃ اور صدقات کے متعلق فرماتے ہیں ؎

پھوٗل ہَے وَوکھ دَہ پھلۍ بون　　دولت بر تل وہ بری نہٕ زانہہ
خدأیی دتٔے خرچنس کیٚنٛے　　نیکی کرکھ راوی نہٕ زانہہ

''یہاں ایک دانہ بونے سے دس دانے اُگتے ہیں۔ گھر بیٹھے دولت نہ پیدا ہوگی۔ یہ مال تمہیں اللہ نے (حاجت مندوں میں) خرچ کرنے کیلئے عطا کیا ہے۔ جو نیکی بھی یہاں کروگے وہ وہاں موجود و محفوظ پائینگے۔

پانٛژ وقت نماز کٔرِتھ قضا　　تمیٚک سزا دی خدائے

''تم نے پانچوں وقت کی نمازیں قضا کیں۔ اس کی سزا ضرور تمہیں خدا دے گا''۔

عالمگیر اخوت

حضرت شیخ العالمؒ کی دعوت انسانی بھائی چارگی اور عالمی اخوت کی طرف تھی۔ ان کے نزدیک انسان کو ذات پات رنگ وخوں اور قوم و وطن کے نام پر تقسیم کرنا بہت بڑی نا انصافی اور گناہ ہے۔ اسلئے وہ اس غیر اسلامی اور غیر انسانی طرزِ عمل کی پرزور الفاظ میں مذمت کرتے۔ ان کے نزدیک اگر فضیلت و بہتری کا

کوئی معیار ہے وہ اسلام وتقویٰ ہے۔اس کے علاوہ تمام چیزیں اورمعیارات بیکار اوراحمقانہ ہے۔

فرماتے ہیں ؎

ذات یُس دیان ذات چھ میأنی تس عقل تہٕ بود دأنی مو
یۆد بویاہ آسبس اسلامنی تو کھوتہٕ ذات کاتہہ پرنی مو

''جوآدمی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اعلیٰ ذات اسی کی ہے۔اس کو سمجھ لینا چاہئے کہ ایسا مدعی عقل سے کوراہےاورعلم وبصیرت سے بے بہرہ ہے۔البتہ جو اسلامی طرزعمل اپنا کر حقیقی مسلمان ہواس سے بہتراور باعزت کوئی نہیں''۔

دُنیہس آیاے باجی باجی سٕمتھ کرو باجی وَٹھ

''دنیامیں ہم سارے انسان ایک دوسرے کے ہمدرداورغمگسار بن کر آئے تھے۔لہٰذا آؤایک ساتھ مل کے زندگی گذارے۔''

حضرت بابہ آدم مالو امہ حوا تتی آوو
اِ کتھ ڈونب واتل ژرو لو کلس ہم کل کیا ہڈوو

''ہم سب انسانوں کا ایک ہی باپ جناب آدم ہے۔اسی طرح ہم سب کی ماں حضرت حوا ہے۔ذرا سوچو پھر ڈونب (کنجر) چمار جیسی ذاتیں کیسے بنیں؟ جب ہم سب کی بنیاد ایک ہے تو ہم ایک دوسرے کی تذلیل کیونکر کریں''۔

اس طرح حضرت شیخ نورالدینؒ ذات پات اور رنگ وخوں کے بت کو توڑواکر اسلامی اصولوں پر عالمی بھائی چارہ اور برادری کی دعوت دیتے ہیں۔ کیونکہ اسلام میں ان غیر فطری، غیر انسانی اور باطل تصورات کو کوئی اہمیت نہیں۔ بلکہ اسلام انسانوں میں نیک وبدکی بنیاد پر تمیز کرتا ہے۔اگر انسان نیکوکار اور خداترس ہوتو وہ اس آدمی سے بہتر ہے۔جو دولت مند اور اعلیٰ ذات سے تعلق

رکھتاہو۔پھروہ نچلی سے نچلی ذات سے ہی وابستہ کیوں نہ ہو۔یہی وجہ ہے کہ کشمیرمیں اسلام ہندوں اوردیگر غیرمسلموں میں بغیر کسی زوروجبر کے بڑی تیزی کے ساتھ پھیل گیا۔پھر حضرت امیرکبیرؒ کا دورہویا میرمحمد ہمدانیؒ کا زمانہ یا شیخ نورالدین ولیؒ کا وقت ہو۔

حضرت شیخؒ کی دعوت کے آداب

حضرت شیخ العالمؒ کے منظوم کلام کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ آپؒ کی زبان دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں نہایت سلیس، عام فہم اور فصیح تھی۔آپؒ اپنے سامعین کو حق وصداقت کی بات بڑے پیار ومحبت سے سمجھانے کی کوشش کرتے تھے۔آپؒ جن القاب واسماء کواپنے مخاطبین کے لئے اکثر استعمال کرتے تھے۔وہ یہ ہیں:

''مالہ''''بابہ''''بابہ''''رندہ''اور'' کندو''وغیرہ ہیں۔ہر ایک کشمیری زبان جاننے والا اچھی طرح جانتاہے کہ یہ الفاظ نہایت فصیح اور بلیغ القاب ہیں۔ان القاب میں نہ صرف فصاحت وبلاغت ہے بلکہ ان میں انتہائی ادب واحترام اورمحبت وشفقت ہے۔

حضرت شیخؒ اپنے کلام میں مسلمانوں کے ساتھ غیرمسلموں کو بھی نصیحت کرتے اورانہیں حق قبول کرنے کی دعوت دیتے تھے۔آپؒ ان تمام لوگوں کو بڑے ادب واحترام کے ساتھ دعوت دیتے۔چنداشعاربطورنمونہ پیش ہیں ؎

پنڈت بابہ پنڈتو گنٛڈِتھ رۆدُکھ کھوور کایے
دوہے دور تہ ناگی ژھنڈتو ژھنٛڈِتھ لجی نہٕ فکر تہٕ دایے

خدائے تہٕ رسول وند تو ۔ وُچھتو کیا چھے وہ برن پایے

''اے پنڈت بھائی!

دینداری یہ نہیں ہے کہ بائیں طرف سے پگڑی باندھتے ہو۔نہ یہ ہے کہ تم روز دوراور ناگی (پوجاپاٹ کا سامان) تلاش کرکے لاتے ہو۔اس قدر ظاہری دینداری کا اہتمام کرکے بھی تم حقیقی دینداری سے نا آشنا ہو۔میرا مانوتو خدا اور رسول خداؐ کی اطاعت میں زندگی بسرکرو۔ورنہ تم ہی بتاؤ دونوں جہانوں میں تمہاری کامیابی اسلام کے سوا کس نظریہ کی پیروی میں ممکن ہے؟''۔

حضرت شیخؒ ایک انسان کو بڑی حکمت ودانائی سے حقیقت کی طرف رہبری کرتے ہیں۔بڑے سے بڑا فلسفہ اور نظریہ چندالفاظ میں سمجھاتے ہیں۔اسکے لئے آپؒ پُر زور علمی وعقلی دلائل اور حیرت انگیز مثالیں دے کر مخاطبین کو اپنی بات ماننے کیلئے تیار کرتے تھے۔یہ دلائل اور مثالیں عام فہم ہونے کے ساتھ بڑی فصیح بھی ہوتی تھی۔آپ کائنات اور انسان میں موجوداللہ تعالیٰ کی قدرت و ربوبیت کے نشانیوں پر آدمی کو تدبر وتفکر کیلئے ابھارتے تھے۔تاکہ وہ اصل بات کو سمجھ سکے۔اس پر آپؒ کا کلام گواہ ہے۔اس کے علاوہ آپؒ کے کلام کی خوبیوں میں یہ بھی ہے کہ آپؒ اپنے سامعین کے مزاج وماحول اور مقام ومنصب اور خیالات دیکھ کراسے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

حضرت شیخؒ کی زندگی کے مطالعہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آپؒ کے آداب تبلیغ اور طریقہ دعوت میں یہ خوبی بھی تھی کہ آپؒ جس بات کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے آپؒ بڑی شدت کے ساتھ اس پر پہلے خود عمل پیرا ہوتے تھے۔یہی صفت آپؒ اپنے رفقا کرام اور مبلغین میں پیدا کرنا چاہتے تھے۔اسی لئے انہیں تاکید کرتے تھے کہ وہ جس بات کی نصیحت دوسروں کو کرے۔وہ خود پہلے اس پر عمل

کریں چونکہ یہ چیز حقیقت میں تحریکِ دعوت وتبلیغ کے لئے کامیابی کا ضامن ہے۔اس راہ میں کامیابی انہی لوگوں کے قدم چومتی ہے جو اپنی دعوت کے جیتے جاگتے پیکر ہوں۔

آپؒ فرماتے ہیں ؎

یہ پرس پر تی پانس پاُلیؔ سے دپہ زے مسلمان

''وہ جو دوسروں کو دعوت دے گا پہلے خود اُس پر عمل پیرا ہوگا۔کہہ دو وہی حقیقی مسلمان ہے''۔

حضرت امیر کبیرؒ اور شیخ العالمؒ کے طریقہ کار پر ایک نظر

اگرچہ حضرت میر سید علی ہمدانیؒ کی قائم کردہ تحریک اور شیخ نورالدینؒ کی برپا کردہ تحریک کی غرض وغایت اور مقصد ایک ہی یعنی دعوتِ دین،اصلاحِ معاشرہ اور دینِ اسلام کی سربلندی تھا۔مگران دونوں کے طریقہ کار میں نمایاں فرق تھا۔

آیئے ان دونوں تحریکوں کے طریقہ کار پر ایک غائرانہ نگاہ ڈالے اور جو فرق ان کے درمیان تھا۔اسکے اسباب ووجوہ جاننے کی کوشش کریں۔

حضرت امیر کبیرؒ کا طریقہ دعوت

سب سے پہلے ہم حضرت امیر کبیرؒ اوران کے فرزند ارجمند میر محمد ہمدانیؒ کے

طریقہ دعوت پر ایک سرسری نظر ڈالے گے۔انہوں نے اول کشمیر میں فریضہ دعوت و تبلیغ کے کامیابی کیلئے یہاں کے سلاطین و امراء سے روابطہ بڑھا کر ان کی اصلاح وتربیت کی طرف خصوصی توجہ دی۔جس کے نتیجہ میں وہ انہیں کے ہوگئے اور داعیان اسلام کی مدد ومعاونت ہر موقعہ پر کی۔

دوم انہوں نے اسلامی تعلیمات اور دینی علوم عام کرنے کیلئے وعظ وتبلیغ اور اسلامی عبادات ادا کرنے کیلئے جگہ جگہ پر دینی ادارے،مسجدیں،خانقاہیں اور مدرسے قائم کئے۔جس سے اہلِ کشمیر اسلام کے پیغامِ رحمت اور اسکے عقائد واعمال سے واقف ہوگئے۔اور یہاں کی تعلیم وتمدن اور تہذیب وثقافت پر اسلام کے گہرے اثرات پڑے۔

سوم وہ غیر مسلموں کے پیشواؤں اور رہبروں کی جانب متوجہ ہوئے۔انہوں نے یہاں کے مختلف مندروں کے مجاوروں ، برہمنوں اور سادھوؤں کو اپنے بے مثال گفتار وکردار اور حسنِ اخلاق سے کفر والحاد کی دلدل سے نکال کر نعمت ایمان سے بہرہ مند کیا۔جس سے ہندوں اور بودھوں کا ایک بارسوخ طبقہ اسلام قبول کر کے داعیانِ اسلام کے صفوں میں داخل ہوگیا۔

چہارم انہوں نے کفروشرک اور بت پرستی کے اڈوں کو اپنے منصوبہ عمل میں خاص اہمیت دی۔بعض جگہوں پر ان کفر کے مراکز کے نزدیک ہی توحید واسلام کے مراکز قائم کر کے دعوتِ دین کا کام شروع کیا اور بعض مقامات پر ان غیر اسلامی اڈوں کے مجاوروں کو مشرف بہ اسلام کر کے انہیں اسلامی مراکز میں تبدیل کر دیا۔

پنجم انہوں نے اپنی تحریک دعوت کا مرکز شہر سرینگر کو بنایا۔اسکے ساتھ یہاں کے قصبہ جات اور مرکزی بستیوں میں اپنی تحریک کے ذیلی مراکز قائم کئے،جن میں پانپور، لتہ پورہ، بیج بہاڑہ،لتر پلوامہ،آرہ ہامہ شوپیان،کولگام،مٹن، ترال، نائدکھائی

بانڈی پورہ، وچی، بارہمولہ،لار کنگن،سوپور،منگہامہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔وہ خود بھی ان ذیلی مراکز کے دورے کر کے وہاں ہورہے دعوتی کام کا جائزہ لیتے تھے۔اور ساتھ ہی دوسرے گاؤں اور علاقوں میں جا کر دعوت حق پیش کرتے تھے۔

ششم انہوں نے یہاں کی معاشی بدحالی دیکھ کر اہلِ کشمیر کو بہت سی صنعت و حرفت اور فنونِ لطیفہ سے آشنا کر کے ان کی مالی بدحالی دور کر کے کشمیر کو کسی حد تک مالی لحاظ سے خوش حال بنادیا۔جس کی بنا پر یہاں کا خاص و عام انہیں بڑی عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھنے لگا اور ان کے لئے اپنے ملک اور گھروں کے ساتھ اپنے دلوں کے دروازے بھی کھول دیئے۔جس کے نتیجہ میں ان کی تحریک دعوت دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرتی گئی۔

ہفتم انہوں نے اسلامی تصنیف وتالیف اور شعروادب کے ذریعہ سے بھی اشاعت اسلام کا کام کیا۔جس سے یہاں کا غیر اسلامی شعروادب اور تعلیم وثقافت اسلامی طرزِ فکر کے آغوش میں آ گیا۔اور سلطان سکندر کے دور تک یہاں اسلامی تعلیم وادب اپنے عروج پر پہنچ چکا۔

ہشتم انہوں نے یہاں کے مقامی داعیانِ حق اور مسلمان سلاطین وامراء کی حوصلہ افزائی کی۔جیسا کہ میر سید علیؒ نے قطب الدین اور شیخ سلیمان کی اور میر محمد ہمدانیؒ نے شیخ نورالدینؒ اور ان کے رفقا کار کے کام کو سراہا کر انہیں اہم ہدایات سے نوازا۔نیز سلطان سکندر وغیرہ کو بڑی حوصلہ افزائی کی۔

نہم انہوں نے فروعات کے بجائے اصول وقواعد کی طرف دعوت دی جیسا کہ حضرت امیر کبیرؒ نے خود شافعی المسلک ہونے کے باوجود بھی یہاں حنفی مسلک پر ہی لوگوں کو رہنے دیا۔کیونکہ ان سے پہلے حضرت بلبل شاہؒ نے یہاں اسلام کی بنیاد کے ساتھ ہی حنفی مسلک کی بنیاد ڈال دی تھی کیونکہ وہ خود بھی حنفی

مسلک سے وابستہ تھے۔

حضرت شیخ العالمؒ کا طریقہ دعوت

حضرت شیخ نورالدینؒ کا طریقہ کار حضرت امیر کبیرؒ اوران کے فرزند میر محمد ہمدانیؒ کے طریقہ کار سے خاصا مختلف تھا۔حضرت شیخؒ اوران کے رفقاء کار نے سلطنت کے وزراء وامراء اور دیگر صاحب رسوخ افراد سے بے نیاز ہوکر عام لوگوں کی اصلاح وہدایت کی طرف توجہ دی۔جس کی ایک وجہ یہ تھی کہ حضرت امیر کبیرؒ کی تحریک سے وابستہ داعیانِ حق میں اکثریت غیر کشمیری لوگوں پر مشتمل تھی۔اس لئے انہیں یہاں دعوت دین کا کام کرنے کیلئے سلاطین وامراء سے رابطہ قائم کرنا ضروری تھا۔تاکہ وہ ان غیر ملکی داعیانِ اسلام سے مطمئن ہوکران کے کام میں مکمل مدد کریں۔اسکے برعکس حضرت شیخ ؒ اوران کی جماعت سے وابستہ افراد اصل کشمیری تھے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ حضرت امیر کبیرؒ کے زمانہ میں یہاں کے امراء و وزراء دربارِ سلطنت سے وابستہ دوسرے ذمہ داروں میں اسلام کے روسے کئی کمزوریاں موجود تھیں۔وہ دعوت دین،اسلامی تہذیب وتمدن،کلچروثقافت،معاشرت ومعیشت اور قانون وسیاست سے بے خبر تھے۔اس لئے حضرت امیرؒ اوران کے ساتھ دیگر مبلغین نے ان کی تعلیم وتربیت کی طرف خاص توجہ دی۔اسکے برخلاف حضرت شیخؒ کے دورمیں یہاں کے امراء سلطنت اشاعتِ اسلام اوردین حق کے ہر لحاظ سے حامی ومددگار تھے۔اوراسلامی قانون حکومت کی سطح پر بڑی حدتک نافذ ہوچکا تھا۔ جیسا کہ سلطان سکندر کے دورمیں،اسلئے حضرت شیخ العالمؒ نے اربابِ سلطنت کے بجائے عام لوگوں کی جانب توجہ دی۔

حضرت شیخؒ کے طریقہ کار میں ایک خاص چیز یہ تھی کہ انہوں نے شہر سرینگر کو نظرانداز کرکے وادی کے دیہاتی علاقوں اوردوردراز مقامات میں اپنی تبلیغی سرگرمیوں کے لئے مراکز قائم کئے۔جن میں کیمو،ریہ ون،دریہ گام بُمزو،چرار، عشمقام،ہونچی پورہ،ستہ ہارن اور پوشکروغیرہ قابل ذکر ہیں۔اس طرح انہوں نے مسجدوں اورخانقاہوں کے ساتھ ساتھ غاروں،گھپاؤں،پہاڑوں اور صحراؤں کوبھی ریاضت وعبادت اور دعوت وتبلیغ کے لئے استعمال کیا۔یہیں آپؒ تبلیغی منصوبے بناتے اور مبلغین دین کو دوسرے علاقوں اورگاؤں کے لئے مامورکرتے تھے۔اس کی خاص وجہ میرے نزدیک یہ تھی کہ اسلام سے پہلے اوربعد میں بھی یہاں ہندؤں اور بدھوں میں ایک بڑا طبقہ مذہب وروحانیت اورتلاش حق کے نام پر گھپاؤں،جنگلوں صحراؤں اور ویرانوں میں رہ رہا تھا۔ان راہبوں اور غارنشینوں کو غیر مسلموں کے ہاں بڑی قدرمنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔حضرت شیخؒ نے ان آئمہ کفروشرک کوراہِ راست دکھانے اوران کے مریدوں کوحق وصداقت سے آشنا کرنے کیلئے یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔

حضرت شیخ کے طریقہ کار میں یہ اہم خوبی تھی کہ انہوں نے مردوں کی اصلاح وتربیت کے ساتھ عورتوں کی تعلیم وتربیت کے لئے اپنی جماعت میں ایک مضبوط اور فعال شعبہ خواتین قائم کیا تھا۔جس کے مراکز وادی کے مختلف علاقوں میں قائم تھے۔اس شعبہ سے وابستہ خواتین یہاں کی عورتوں میں دعوت واصلاح کا کام کرتی تھیں۔

حضرت شیخؒ کے طریقہ تبلیغ اورطرزِ زندگی میں سادگی تھی۔جس کے نمایاں آثاران کے اٹھنے، بیٹھنے،کھانے،پینے،چلنے پھرنے اور وعظ وتبلیغ میں دکھائے دیکھتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ یہاں کا عوام ان کے اوران کے رفقا کرام کے گرویدہ

ہوگیا اوران کی دعوت عوامی حلقوں میں مقبول ہوگئی۔

حضرت شیخؒ نے غیر مسلموں کے علماء کے ساتھ ان لوگوں کی طرف خصوصی توجہ دی۔ جوترکِ دنیا اورفاقہ کشی کا طرزِ عمل اختیار کرکے جنگلوں، گھپاؤں اور ویرانوں میں قیام پذیر تھے۔انہیں دعوت حق دینے کے سلسلے میں حضرت شیخؒ کوان سے بسا اوقات مناظرہ اورمباحث کا طریقہ بھی اختیار کرنا پڑا۔

حضرت امیر کبیرؒ اور حضرت شیخؒ کے طریقہ تبلیغ کا ایک نمایاں فرق یہ تھا کہ حضرت امیر کبیرؒ، میر محمد ہمدانیؒ اور دیگر داعیانِ اسلام کی زبان عالمانہ اورفاضلانہ تھی۔ اسکے ساتھ ان میں اکثرلوگوں کی مادری زبان عربی یا فارسی تھی جبکہ ان زبانوں سے ابتداءً یہاں کے لوگ نا آشنا تھے۔اسکے برعکس حضرت شیخؒ اوران کی جماعت سے وابستہ افراد کا طرزِ گفتگو اور زبان عالمانہ ہونے کے بجائے عام فہم تھی۔اس کے علاوہ ان کی زبان کشمیری یا سنسکرت تھی چونکہ یہی دوزبانیں یہاں کی مقامی زبانیں تھیں۔

☆☆☆

بابانصرالدینؒ کا قبول اسلام

حضرت شیخ العالمؒ نے جب غارنشینی کی زندگی سے باز آکر دعوت دین اور اشاعتِ اسلام کا کام شروع کیا۔توانہوں نے اسی غارکواپنی تبلیغی سرگرمیوں کا پہلا مرکز بنایا۔جس میں وہ دنیا اور دنیاوالوں کوچھوڑکرراہبانہ زندگی گذارتے تھے۔

یہیں ان کے رفیق خاص بابانصرالدینؒ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ان کے قبولِ اسلام کا واقعہ یوں ہے:

بابانصرالدینؒ کا ہندونام وُترتھا۔ان کے والدین بڑے آسودہ حال تھے۔ان کا بیٹا وُتر بچپن سے ہی بیمارتھا۔بہت علاج ومعالجہ کیا تھا۔لیکن سب بے سود ہوا۔آخرکار وہ اپنے بیٹے کولے کر حضرت مبلغ دین شیخ العالمؒ کے پاس کیمو(اسلام آباد) آئے۔ یہاں وُتر اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے شفایاب ہوا۔پھرشیخؒ نے اسے دعوتِ حق دی۔جس کو وُترنے قبول کرکے مشرف بہ اسلام ہوگیا اوران کا نام ''نصرالدین'' رکھا گیا۔اورشیخ العالمؒ کے رفیقِ خاص بن گئے۔[1]

---

[1] تذکرہ اولیاء کشمیر۔

سیر وسیاحت

پھر حضرت شیخ نورالدین ولیؒ نے کیمو سے اپنے شاگردوں بابا نصرالدینؒ اور تاج الدینؒ کے ساتھ دعوتِ دین اوراشاعت اسلام کی خاطر رختِ سفر باندھ لیا۔ ابتدائی سفر میں آپؒ نے جنوبی کشمیر کے کئی علاقوں اور گاؤں کے تبلیغی دورے کئے۔ جن میں اسلام آباد ،مٹن، ڈوروشاہ آباد، دیوسر کولگام، ژمر نورآباد وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ان علاقوں میں آپؒ کو خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی۔جس کے نتیجہ میں آپؒ کی تحریک وجماعت کو افراد ملنے کے ساتھ ساتھ شہرت بھی حاصل ہوگئی۔مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم بھی آپؒ کی تحریک میں شامل ہونے لگے۔

حضرت شیخؒ شاہ آباد میں

حضرت شیخ العالمؒ جب پرگنہ شاہ آباد (ضلع اسلام آباد) کے ایک گاؤں ہلر میں پہنچے تو ایک شخص (جس کا نام سوزن ریشی تھا) کو دیکھا جو بڑے درخت کے کھوکھلے تنے میں ریاضت وعبادت میں مشغول تھا۔اگرچہ وہ ظاہراً بڑا اچھا کام کرتا تھا۔مگر حقیقت یہ تھی کہ اس کی عبادت وریاضت اخلاص وتقویٰ سے خالی تھی۔وہ سراسر دکھاوا اور دھوکہ تھا۔اس لئے حضرت شیخؒ نے اس نقلی زاہد وقلندر کی طرف توجہ کی اوراسے اپنے مخصوص طرزِ گفتگو سے متنبہ کیا۔اصل زہد وتقویٰ کی طرف دعوت دی۔اعمال وعبادات میں اخلاص وخشوع پیدا کرنے پر اسے ابھارا۔جس کے نتیجہ میں نقلی زاہد اصلی زاہد ومتقی بن گیا۔پھر وہ حضرت شیخؒ کے خیالات سے متفق ہوکر ان کے رفقا کرام میں شامل ہوگئے[1] پھر شیخؒ نے ان کی تعلیم وتربیت کرکے انہیں پران بوَن نامی گاؤں میں تبلیغ دین کے سلسلے میں مامور کیا۔[2]

[1] تذکرہ اولیاء کشمیر۔صحیفۂ نور [2] تذکرہ اولیاء کشمیر۔

حضرت شیخؒ دیوسر کولگام میں

علاقہ دیوسر کولگام میں حضرت شیخ العالمؒ نے بہت سے لوگوں کو دعوتِ دین دے کر حق وصداقت سے آشنا کیا۔اور کئی لوگوں کو گناہوں اور برائیوں کی دنیا سے واپس لاکر توبہ کرایا۔جس کے نتیجہ میں وہ صالح اور دیندار لوگ بن گئے۔

یہیں آپؒ کی خدمت میں بابا قیام الدین ریشیؒ آئے۔جو پرگنہ دیوسر (موجودہ ضلع کولگام) کے منزگام کے رہنے والے تھے۔پھر آپؒ نے ان کی تربیت کرکے انہیں اپنے ہی علاقے میں تبلیغ وتعلیم کے سلسلے میں مامور کیا۔[1]

حضرت شیخ نورالدینؒ ژمر نورآباد میں

حضرت شیخؒ جنوبی کشمیر کی سیر وسیاحت کرتے کرتے پیر پنچال کے کوہستانی سلسلہ کے دامن میں واقع علاقہ نورآباد کے ایک گاؤں ژمر پہنچ گئے۔یہاں ایک سال تک تبلیغی سجادہ بچھایا[2] تاکہ علاقہ نورآباد کے دور دراز گاؤں تک دین حق کا پیغام پہنچایا جائے۔اور لوگوں کو کفر والحاد کی دلدل سے نکال کر اسلام کے پُر رونق آغوش میں لایا جائے۔جس میں آپؒ بڑی حد تک کامیاب ہوئے اور ایک بڑا طبقہ آپؒ کی دعوت سے متعارف ہوکر حلقہ بگوشِ اسلام ہوا۔یہیں حضرت سدہ ریشی (شاید محمد صدیق نام تھا) اور گلاب ریشی آپؒ کی خدمت میں آکر داعیانِ اسلام کے صفوں میں شامل ہوگئے۔یہ دونوں بزرگ پرگنہ نارہ واؤ کھل نامی گاؤں کے رہنے والے تھے۔[3]

حضرت شیخ کے یہاں واپس جانے کے بعد بھی ان دونوں بزرگوں نے علاقہ نورآباد میں تبلیغ کا کام بڑے شوق وذوق سے جاری رکھا۔جس کے نتیجہ میں

[1] تذکرہ اولیاء کشمیر۔ [2] علمدارِ کشمیر۔ [3] تذکرہ اولیاء کشمیر۔

ایک مختصر جماعت وجود میں آئی۔جس میں ان دونوں کے علاوہ بابا بہی دین ریشی (شاید بہاءالدین ریشی) بابا زینی ریشی اور بابا فروز ریشی قابل ذکر ہیں۔[1]

جدید محققین کی تحقیق کے مطابق حضرت شیخ ژمر کے قیام کے دوران کشتواڑ بھی گئے۔وہاں زیا سنگھ جو بعد میں زین الدین کے نام سے مشہور ہوئے کے گھر والوں سے ملے۔[2]

بابا بام الدینؒ کا قبول اسلام

ضلع اسلام آباد علاقہ مٹن کے بمز وگاؤں میں ہندوں کا ایک بہت بڑا برہمن سادھور ہتا تھا۔جس کا نام بمہ ساد (بمہ سادھوں) تھا[3]۔ بمہ سادکا باپ اپنے وقت میں بڑا جیوتشی اور سنگ تراش تھا۔وہ اعلیٰ قسم کی مورتیاں بنانے میں کمال رکھتا تھا[4]۔ باپ کے مرنے کے بعد بت پرستی کی پیشوائی کا منصب بیٹے نے سنبھال لیا۔اور ہندوؤں کا بڑا گروہ بن گیا۔اس نے اپنی سرگرمیوں کا مرکز مٹن بمز وگاؤں میں قائم کیا۔جہاں اس کے مندر میں تین سوساٹھ بت تھے۔جن کی وہ پوجا کرتا اور کراتا تھا[5]۔اور ہندوں میں وہ دور دور تک مشہور تھا۔لوگ اس کے کمالات کے گیت گاتے تھے۔اس کے متعلق مختلف مافوق الفطرت واقعات بیان کئے جاتے تھے۔

جب شیخ العالمؒ نے اس کے متعلق سُنا تو آپؒ نے بمز واس کے مندر کی طرف رخ کیا۔کیونکہ آپؒ جانتے تھے کہ عوام کو بدلنے کے لئے ان کے پیشواؤں کو بدلانا ضروری ہے۔جب آپؒ بمہ ساد کے پاس پہنچے تو آپؒ نے اس کو ایک اللہ کی بندگی کی طرف دعوت دی۔جس کو پہلے سادھو نے رد کر دیا۔جس کے نتیجہ میں ایک طویل

[1] تذکرہ اولیاء کشمیر۔ [2] صحیفہ نور۔ [3] تذکرہ اولیاء کشمیر۔
[4] اولیاء کشمیر۔ [5] تزکرہ اولیاء کشمیر۔

مکالمہ ان دونوں کے درمیان ہوا۔جس میں حضرت شیخ نے سادھو کو مختلف طریقوں سے مختلف دلائل دے کر یہ بات سمجھانے کی کوشش کی کہ ایک اللہ ہی عبادت وبندگی کے لائق ہے۔اس کے سوا کوئی چیز بھی پوجا اور پرستش کے قابل نہیں۔رہے یہ بے جان بت کسی جاندار کے معبود والٰہ نہیں ہوسکتے کیونکہ یہ خود مخلوق ومحتاج ہیں۔لہٰذا ان کی بندگی کرنا عقلمند کے لئے احمقانہ فعل کے سوا کچھ نہیں۔اس بارے میں سادھو نے کچھ سوالات بھی کئے جن کے حضرت شیخؒ نے بڑے تسلی بخش جوابات دیئے۔اس کے علاوہ سادھو نے مکالمے کے دوران اپنے مذہبی افکار ونظریات کی ترجمانی بھی پُرزور الفاظ میں کی۔لیکن حضرت شیخؒ نے بغیر کسی تعصب اور بغض وحسد کے علم وعقل کی بنیاد پر ان نظریات کو رد کر کے اس کے سامنے اسلام کے حقائق واضح کئے۔جس کے نتیجہ میں آخر کار سادھو حق وصداقت قبول کرنے کے لئے آمادہ ہوگیا۔اس طرح وہ کفروشرک کی دنیا کو چھوڑ کر مشرف بہ اسلام ہوگیا۔پھر شیخؒ نے ان کا نام بمہ ساد کے بجائے بام الدین رکھا۔[1]

عظیم کامیابی

بمہ ساد کا اسلام قبول کرنا حضرت شیخ العالمؒ کی تحریک ریشیت کے لئے بڑی کامیابی تھی۔کیونکہ بمہ ساد اس وقت جنوبی کشمیر کے ہندوؤں کا بہت بڑا گروہ اور پیشوا تھا۔وہ جس مندر کا مجاور تھا وہ مٹن کے قریب ہی بمز و میں واقع تھا۔

حضرت شیخ نورالدین ولیؒ کے زمانے میں مٹن ہندوؤں کے اہم مراکز میں سے ایک تھا۔یہاں ان کی ایک مشہور ترین تیرتھ تھا، جو نہ صرف کشمیر میں مقدس تصور کیا جاتا تھا، بلکہ اسے ہندوستان بھر میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔لوگ

[1] تذکرہ اولیاء کشمیر۔

یہاں دوردراز علاقوں سے آتے تھے۔اس تیرتھ کے نزدیک ہی ایک عالی شان چشمہ ہے۔(جو آج بھی موجود ہے)اس چشمہ کو ہندوؤں سورج دیوتا کی پیدائش سے منسوب کرتے ہیں۔اس تیرتھ کے چند کلومیٹر دور ہی مارتنڈ نام کا مشہور مندر واقع تھا۔جس کو کشمیر کے مشہور ہندو بادشاہ راجہ للتادتیہ۔695ء 731ء نے تعمیر کیا تھا۔اس بت خانے کو یہاں کے ہندوؤں بڑی عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔[1]

راجہ کلش نے اس مندر کی دیواروں کے نیچے وفات 1089ء پانے میں خوشی پائی۔[2]

راجہ ہرش اس مندر کی بہت تعظیم کرتا تھا[3]۔مٹن کے نزدیک ہی بمز و نامی گاؤں واقع ہے۔جہاں ہیم کیشو نام کا ایک مندر تھا۔مندر کا مجاور بمہ ساد (بام الدین) تھے۔اس کے پاس ہی ایک اور مندر تھا۔جس کو گوپھہ مندر کہا جاتا ہے[4]۔(جو آج بھی موجود ہے)اس کے علاوہ بھی مٹن قصبہ کی نواحی بستیوں میں کئی بت خانے موجود تھے۔اس طرح مٹن حضرت شیخؒ کے دور میں بت پرستی کا ایک اہم مرکز تھا۔ اور یہاں بڑے بڑے بت پرست اور روسائے کفار کفروشرک اور الحاد کی تبلیغ واشاعت میں مشغول تھے۔جس میں ایک بمہ ساد بھی تھا۔

چونکہ حضرت شیخ العالمؒ سے پہلے بھی اس مرکزِ کفر وشرک کی طرف داعیانِ اسلام نے توجہ دی۔جن میں سید علی ہمدانیؒ،میر محمد ہمدانیؒ اور سلطان سکندر وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔میر محمد ہمدانیؒ نے باشندگانِ مٹن کو اسلام کے قریب لانے کے لئے ہندوؤں کے تیرتھ کے نزدیک ہی ایک دینی ادارہ ''خانقاہِ کبروی'' کے نام سے تعمیر

[1] کاشُر انسائیکلوپیڈیا۔ [2] راج ترنگنی از کلہن۔ [3] ایضاً ۔ [4] کاشُر انسائیکلوپیڈیا۔

کیا[1]۔ جونہ راج کے بقول سلطان سکندر کے دور میں بذریعہ سیف الدین مٹن کے مشہور ترین اور قدیم عظیم الشان مندر مارتنڈ کو گرایا گیا[2]۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے ابتدا سے ہی مٹن اور اس کی نواحی بستیوں میں اسلام کو پھیلانے اور کفروشرک کو مٹانے کی کوششیں کیں تھیں۔لیکن خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہوئی تھی۔

ان حالات میں بمہ ساد(بام الدین) کا اسلام قبول کرنا حضرت شیخؒ کی تحریک کے لئے بڑی کامیابی تھی۔کیونکہ بام الدینؒ اس وقت جنوبی کشمیر کے ہندوؤں کا بہت بڑا سادھو اور پیشوا تھا۔اسلئے ان کا مسلمان ہوکر ریشیانِ اسلام کی جماعت میں شامل ہونا ہندوؤں کے لئے بڑا نقصان اور حضرت شیخؒ کے لئے عظیم فتح تھی۔

پھر حضرت شیخؒ نے قصبہ مٹن کے حالات و واقعات کو پیش نظر رکھ کر حضرت بام الدینؒ کی ایک مختصر مدت میں اپنی خدمت میں رکھا اور ان کی تربیت کرکے انہیں اپنے پروگرام سے باخبر کیا اور بمز و علاقہ مٹن میں ہی دعوت وتبلیغ کے لئے مامور کیا۔

زین الدین ولیؒ کا قبول اسلام

اوپر ہم نے پڑھا کہ حضرت شیخ نورالدین ولیؒ ژمر نورآباد کے قیام کے دوران ہی کشتواڑ بھی گئے۔وہاں زین الدین ولیؒ کے گھر والوں سے ملے۔[3]

زین الدین کا اصل نام زیا سنگھ تھا وہ کشتواڑ بھنڈار کوٹ کے ایک جاگیردار کا اکلوتا بیٹا تھا[4]۔ چونکہ ان کا باپ اسکے بچپن میں ہی مر گیا تھا۔اس لئے اس کی پرورش

[1] واقعات کشمیر۔[2] راج ترنگنی از جون راج۔[3] اس واقعہ کو یہاں کے تذکرہ نگاروں نے طے مکان کی کرامت کہہ کر بات ختم کی ہے۔[4] شیخ نورالدین ولیؒ از غلام نبی گوہر

اس کی ماں کر رہی تھی۔ایک بار وہ سخت بیمار ہوا یہ وہ وقت تھا جس میں حضرت شیخ العالمؒ کشتواڑ کے دورے پر تھے۔جب آپؒ زیا سنگھ کے گھر پہنچے تو اسے سخت بیمار پایا۔عیادت کے ساتھ اس کی شفا کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کی۔جس کے نتیجہ میں زیا سنگھ چند دنوں میں شفایاب ہوا۔اس کے بعد حضرت شیخؒ نے لڑکے کی ماں سے وعدہ لیا کہ وہ اپنے یتیم بیٹے زیا سنگھ کو کشمیر ان کے ہاں لے آئیں۔پھر شیخؒ خود کشمیر لوٹ آئے۔

جب زیا سنگھ اچھی طرح صحت یاب ہوا تو ان کی ماں حضرت شیخ العالمؒ کو دیا ہوا وعدہ بھول گئی[1]۔ کچھ مدت بعد زیا سنگھ پھر بیمار ہوا یہ دیکھ کر ماں نے اندازہ لگالیا کہ یہ وعدہ خلافی کا نتیجہ ہے۔اس لئے فوراً تیار ہوئی اور اپنے بھائی کے ساتھ اپنے بیٹے کو کشمیر لے آئیں۔ یہاں پہنچ کر کچھ عرصہ تک حضرت بام الدینؒ کے ہاں بمزو میں قیام کیا۔[2]

جب حضرت شیخؒ کو اطلاع دی گئی تو آپؒ بمزو آگئے اور زیا سنگھ اور اس کی ماں اور ماموں کو توحید و اسلام کی طرف دعوت دی۔ جوانہوں نے قبول کی اور مشرف بہ اسلام ہوگئے۔مسلمان بننے کے بعد زیا سنگھ کا نام ''زین الدین'' تجویز ہوا[3]۔ پھر شیخؒ نے ان تینوں کی تعلیم و تربیت اس طرح کی کہ زین الدینؒ کی ماں اور ماموں کو پرگنہ زینہ گیر (تحصیل سوپور) میں تبلیغ دین پر مامور کیا۔

پھر وہ وہیں اپنی ماموریت کے فریضہ کی انجام دہی کرتے کرتے انتقال کر گئے[4]۔اور زین الدین ولیؒ کو چند سال تک اپنی تربیت میں رکھا اور آخر کار انہیں عشمقام گاؤں میں تبلیغ دین کے سلسلے میں بھیج دیا۔

---

[1] صحیفہ نور۔ [2] ایضاً۔[3] تذکرہ اولیاء کشمیر۔ [4] صحیفہ نور۔

دشمنانِ شیخؒ میدان میں آگئے

حضرت شیخ العالمؒ نے جب کیمو سے نکل کر جنوبی کشمیر کے مختلف علاقوں اور دیہات میں دعوت و تبلیغ کا کام شروع کیا تو آپؒ کے ذریعہ سے بہت سے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔جن میں غیر مسلموں کے کچھ پیشوا اور گروہ بھی تھے۔ خصوصاً جب ہندوں کا بڑا گروہ بمہ سادمسلمان ہوا تو حضرت شیخؒ اور اس کی جماعت دور دور تک مشہور ہوئی۔لوگ ان کی طرف آنے لگے۔جن میں مسلمان بھی تھے اور غیر مسلم بھی۔ آپؒ نے جنوبی کشمیر میں کفر الحاد اور برائیوں کے خلاف ایک منظم جدوجہد شروع کی۔جس کے نتیجہ میں آپؒ کو بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔جگہ جگہ پر لوگ آپؒ کی دعوت سے متاثر ہوکر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔کئی لوگ دنیا پرستی اور مادہ پرستی کو چھوڑ کر خالص خدا پرست بن گئے۔کئی مقامات پر آپؒ کی تحریک کے ذیلی مراکز قائم ہوئے۔

اگرچہ اس نئی تحریک کی کامیابی پر ایک طرف صالح فطرت اور عقلمند لوگ خوش ہوتے گئے۔دوسری جانب خدائے واحد سے ناآشنا،عقل وانسانیت کے دشمن اور بت پرستی کے خوگر بغض وحسد اور تعصب کی آگ میں جلنے لگے۔نتیجہ حضرت شیخؒ اور ان کی تحریک کے خلاف ملک بھر میں سازشیں ہونے لگیں۔اسکے لئے سازشی عناصر نے کئی ہندو برہمنوں اور سادھوؤں کی مدد بھی حاصل کی انہیں سادھوؤں میں ایک تولی رینہ تھا۔

تولی رینہ کا قبول اسلام

تولی رینہ ہندوؤں کا بہت بڑا راہنما اور گروہ تھا۔یہ سرینگر کے بڑے سادھوؤں

میں سے تھا۔اس کے ساتھ سینکڑوں لوگوں پر مشتمل ایک جماعت تھی۔[1]

جب اہل کفر والحاد نے دیکھا کہ حضرت شیخؒ کے ذریعہ سے لوگ بڑی تیزی کے ساتھ اسلام کی طرف آرہے ہیں۔تو انہوں نے تولی رینہ کو حضرت شیخ العالمؒ اور اس کی تحریک کو روکنے کیلئے کیموجانے کے لئے آمادہ کیا۔پھر تولی راہب سینکڑوں چیلوں کے ہمراہ کیموگیا۔جب تولی اور اس کے ساتھی حضرت شیخؒ کے پاس پہنچے تو وہ اس وقت بڑے غیض وغضب میں تھے۔آتے ہی تولی نے حضرت شیخؒ کو زمین وآسمان اور دیگر مخلوق کی تخلیق کے بارے میں چند سوالات کئے۔حضرت شیخؒ نے بڑی نرمی سے تسلی بخش جوابات مرحمت فرمائیں۔یہ جوابات سُن کر راہب ٹھنڈا پڑ گیا۔[2]

پھر شیخؒ نے اسی موقعہ کو غنیمت جان کر تولی رینہ اور اس کی جماعت کے سامنے توحید ورسالت کی حقیقت،تقاضے اور خوبیاں بیان کیں۔ساتھ میں کفروشرک اور بت پرستی کے نقصانات کو اپنے کمال علم وعقل سے واضح کیا۔جس کے نتیجہ میں تولی اور اس کی جماعت سے وابستہ بیشتر افراد کے قلوب واذہان اسلام کے لئے کھل گئے۔اور مشرف بہ اسلام ہوکر شیخؒ کے رفقاء کار میں داخل ہو گئے۔شیخؒ نے ان کو مختلف علاقوں میں اشاعتِ اسلام کے سلسلے میں مامور کیا۔[3]

حضرت شیخؒ نے سرینگر کی طرف رخ کیا

حضرت شیخؒ نے جنوبی کشمیر میں کیمو کے علاوہ مختلف علاقوں میں اپنی تحریک کے ذیلی مراکز قائم کرائے۔جن میں ژمرنور آباد،کھل نارہ واؤ،شاہ آباد،دیوسر کولگام قابل ذکر ہیں۔ان مراکز کی سربراہی آپؒ نے اپنے تربیت یافتہ رفقاء کرام کو

[1] علمدارِ کشمیر [2] صحیفۂ نور [3] شیخ نورالدین ولیؒ۔

سونپ دی۔اور انہوں نے ان علاقوں اور ان کے ملحقہ بستیوں میں بڑی تن دہی سے ریشی تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے کام کیا۔جس کے نتیجہ میں شیخؒ کی قائم کردہ تحریک میں جوق در جوق لوگ شامل ہوتے گئے۔

اس کے بعد حضرت شیخ العالمؒ نے خود بعض رفقاء کے ساتھ وسطِ کشمیر یعنی سرینگر کی طرف رخ کرلیا۔سرینگر پہنچتے ہوئے راستے میں کئی گاؤں اور بستیوں میں آپؒ نے بہت سے لوگوں کو اپنی صحبت بابرکت سے فیض یاب کیا اور کئی لوگوں کو دین حق سے آشنا کیا۔اسی سفر میں سدہ شرکنٹ برہمن آپؒ کی خدمت میں آکر مشرف بہ اسلام ہوگیا۔سدہ شرکنٹ قصبہ پانپور کا بہت بڑا برہمن اور اپنے علاقے کے ہندوں کا گروہ تھا۔یہاں اس کا ایک بت خانہ بھی تھا۔جس میں وہ بتوں کی پوجا کرتا تھا۔[1]

آخر جب آپؒ سرینگر پہنچ گئے تو آپؒ نے صورہ کے نزدیک واقعہ مختہ پکھری کے مقام پر قیام کیا[2]۔اور شہر سرینگر میں دعوت وتبلیغ کا کام کرنے کیلئے اس جگہ کو مرکز بنایا۔یہاں آپؒ نے چھ ماہ تک قیام کیا[3]۔اور کئی لوگوں کو آپؒ نے یہاں حق وصداقت سے آشنا کرکے راہِ ہدایت دکھادی۔جن میں یاون مژی اور لدی رینہ قابل ذکر ہیں۔

لدی رینہ کا قبول اسلام

لدی رینہ کا آبائی وطن کشتواڑ تھا۔اس کا تعلق مڑوہ وڑون کشتواڑ کے ایک حکمران راجپوت گھرانے سے تھا۔وہ ہر سال اپنے باپ حاکم مڑوہ کی طرف سے کشمیر کے بادشاہ کی خدمت میں خراج پیش کرنے کیلئے آتا تھا[4]۔جن دنوں حضرت شیخؒ اپنے

[1] تذکرہ اولیاء کشمیر۔[2] شیخ نو رالدین ولی۔[3] علمدارِ کشمیر۔[4] مڑوہ موجودہ ضلع کشتواڑ کا تحصیل ہیڈکواٹر ہے برج نور

رفقاء کے ساتھ مختہ پکھری سرینگر میں قیام پذیر تھے۔انہیں دنوں لدی رینہ اپنے علاقے کا راج کمار حسبِ معمول سرینگر آیا۔چونکہ ان ایام میں حضرت شیخؒ کی برپا کردہ تحریک دعوت واصلاح نے سارے کشمیر میں شہرت حاصل کی تھی۔اور اس تحریک سے مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں کے بڑے مذہبی پیشواء اور سیاسی راہنما بھی وابستہ ہوچکے تھے۔جس کا تذکرہ اوپر ہوچکا ہے۔اس لئے لدی رینہ نے جب حضرت شیخؒ اور اس کے کام کا چرچا سُنا تو وہ شیخؒ سے ملنے کیلئے مختہ پکھری ان کے قیام گاہ پر آ گیا۔

حضرت شیخ العالمؒ نے جب اسے دیکھا تو پوچھا میرے پاس کیوں آئے؟

اس نے عرض کیا! آپؒ کا دیدار کرنے کیلئے۔

شیخؒ نے فرمایا: جب تک دوست دوست کا ہم رنگ نہ ہو تب تک دوستی کا دعویٰ کرنا فضول ہے۔لدی رینہ نے پوچھا! دوست (یعنی شیخؒ) کا کام کیا ہے؟

شیخؒ نے فرمایا! ایک خدا کے حکم کی مکمل تابعداری کرنا۔

اس نے استفسار کیا کہ خدا کا حکم کیا ہے؟

شیخؒ نے جواب دیا! اس کا حکم یہ ہے کہ مسلمان ہوکر صرف اسی کی بندگی اور پرستش کرو۔

لدی نے کہا! میں اپنے خدا کا بندہ ہوں، اس لئے مسلمان نہیں ہوسکوں گا۔

شیخؒ نے فرمایا! تم کس خدا کا بندہ ہو اور کس کی عبادت کرتے ہو؟

اس نے جواب دیا! اپنے بت کا بندہ ہوں اور اسی کی عبادت کرتا ہوں۔

اس پر شیخؒ نے کہا! کیا تو خدا کا دیا ہوا روزی کھاتے ہو اور عبادت دوسروں کی کرتے ہو؟

یہ سُن کر لدی رینہ لاجواب ہوگیا اور غور وفکر کرنے لگا۔جس کے نتیجہ میں وہ

حقیقت سمجھ گیا اور حضرت شیخ العالمؒ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوگیا اور اسلامی نام لدی کے بجائے لطیف الدین پایا۔[1]

پھر حضرت شیخؒ نے بابا لطیف الدینؒ کی باضابطہ تعلیم وتربیت شروع کرلی۔ چونکہ وہ قبولِ اسلام سے پہلے اپنے علاقے میں بڑے منصب کے مالک اور بڑے رئیس زادے تھے۔اس لئے حضرت شیخؒ نے ان کو اپنے مخصوص انداز میں اس جاہ وحشمت اور مال ودولت کے عارضی ہونے کا تصور اس کے قلب ودماغ میں بٹھا دیا۔

شیخؒ نے ایک بار ان سے پوچھا کہ مسلمان ہوکر میری جماعت میں شامل ہونے سے پہلے آپ کا نمایاں کارنامہ اور مقصدِ زندگی کیا تھا؟

انہوں نے کہا! میرا مقصدِ زندگی اور کارنامہ حصولِ دولت تھا۔

شیخؒ نے پوچھا! کیا آپ کے والد بھی دولت مند تھے؟

انہوں نے کہا! جی ہاں۔

شیخؒ نے فرمایا! اس نے اپنی دولت کس کیلئے میراث میں چھوڑ دی؟

وہ بولیں! میرے لئے۔

شیخؒ نے کہا! اس نے یہ دولت اپنے ساتھ کیوں نہیں لی؟

انہوں نے جواب دیا! مرنے کے بعد یہ کسی کام کی نہیں تھی۔

شیخؒ نے اس پر کہا! آپ کے والد اتنے ذہین نہیں تھے کہ وہ اپنی موت کے بعد اپنی دولت سے فائدہ اٹھاتے۔ایک عارف ہمیشہ رہنے والی چیز کی مسلسل تلاش میں رہتا ہے۔[2]

اس سوال وجواب کی گفتگو سے حضرت شیخؒ کو مقصد تھا کہ حضرت لطیف الدینؒ موت وحیات، دنیا اور آخرت جاہ وحشمت اور مال ودولت کی حقیقت کو سمجھ سکے

---

[1] تذکرہ اولیاء کشمیر۔ [2] کشمیر میں اشاعتِ اسلام از محمد اسحاق خان۔

جس میں وہ کامیاب ہوئے۔اس کے بعد لطیف الدینؒ اپنے منصب وعہدہ سے دستبردار ہوکر اپنی تمام تر توجہ عبادت واطاعت اور اشاعتِ اسلام کی طرف مبذول کی۔اپنی تمام دولت اور جائداد غرباء اور دینی کاموں پر خرچ کردی[1]۔پھر وہ کچھ سال تک حضرت شیخؒ کی صحبت میں رہے۔تعلیم وتربیت پاکر اعلیٰ پایہ کے زاہد ومتقی اور مبلغ بن گئے۔پھر شیخ العالمؒ کے حکم سے مختلف علاقوں میں دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔جن میں دودھ پکھری، وترہیل اور پوشکر قابل ذکر ہیں۔[2]

دشمنانِ شیخؒ کی ایک اور سازش

حضرت شیخ نورالدینؒ کی قیادت میں تحریک دعوت واصلاح جتنی تیزی کے ساتھ کشمیر کے مختلف علاقوں میں اشاعتِ اسلام کا کام کرتی رہی۔اتنی ہی تیزی کے ساتھ دشمنانِ حق اس تحریک کے خلاف سازشیں کرتے رہے۔انہیں حضرت شیخؒ کی پرتاثیر شخصیت اور ان کے تربیت یافتہ رفقاء کرام سے خوف تھا کہ وہ ان کے مبنی پر باطل شہرت و ناموری کو ملیامیٹ نہ کردے۔اس لئے وہ ہر وقت ان داعیانِ اسلام کی مخالفت کرتے اور ان کے خلاف سازشیں رچاتے تھے۔

حضرت شیخؒ جس زمانے میں مخنہ پکھری سرینگر میں قیام پذیر تھے۔سرینگر کے سادھوؤں کی ایک جماعت نے یاون مژی نامی خاتون کو ایک معقول رقم دے کر تیار کیا کہ وہ شیخؒ کو اپنی طرف فریفتہ کرے۔[3]

یاون مژی ایک مشہور رقاصہ تھی،ان کے حسن وجمال کے متعلق صاحب تذکرہ اولیاءِ کشمیر رقمطراز ہیں!

''وہ حسن وجمال میں پریوں کو شرمانے والی ناز وادا سے دلوں کو لوٹنے والی،

[1] کشمیر میں اشاعتِ اسلام از محمد اسحاق خان۔[2] تذکرہ اولیاء کشمیر۔[3] برج نور۔

حزین دلکش اور سریلی آواز سے بلبلوں کو خاموش کردینے والی،خوش آواز تھیں،زاہد فریب اور غارت ایمانی حسینوں میں پُرکشش تھیں۔خوش پوش خوش ادا ہونے کی وجہ سے لوگ اُسے یاون مژی کہا کرتے تھے''۔

اسی لئے اسکو سازشی عناصر نے بناؤسنگار کرکے شیخؒ کے پاس بھیج دیا تاکہ قائد تحریک ریشیت اس کے حسن وجمال اور ناز وادا دیکھ کر اس کے جمال میں پھنس جائے اور شریروں اور حق کے مخالفین کو موقعہ ہاتھ آئے کہ وہ داعیانِ حق اور ان کی دعوت پر انگلی اٹھاتے اور لوگوں کو شیخؒ اور ان کی جماعت سے بدظن کرتے۔لیکن اللہ تعالیٰ جن لوگوں کا حامی ومددگار اور ناصر ہو ان پر کون غلبہ پاسکتا ہے؟۔

یاون مژی کا قبولِ اسلام

یاون مژی جب حضرت شیخ العالمؒ کے دروازے پر اپنے مخصوص انداز میں نغمہ گاتی ہوئی اور اپنے حسن کی نمائش کرتی ہوئی پہنچی تو شیخؒ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کی طرف نگاہ کی اور اس کو وعظ ونصیحت کرنے لگے۔جس کے نتیجہ میں اس رقاصہ کا قلب و باطن بدل گیا،اور وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوکر سعادتِ ابدی سے مالا مال ہوگئی[1]۔اس طرح جو حضرت شیخؒ کو اپنے حسن و جمال اور ناز وادا کے جال میں پھنسانے آئی تھی۔خود اسلام کے آغوش رحمت میں ہمیشہ کے لئے آگئی۔اور مخالفین حق کی یہ چال بھی ناکام ہوگئی۔پھر شنگہ بی بی المعروف یاون مژی حضرت شیخؒ کی جماعت سے وابستہ ہوگئی اور شیخؒ کے قائم کردہ حلقہ خواتین کے زیرِ سایہ تبلیغ دین کا کام زندگی بھر کرتی رہیں۔

[1] تذکرہ اولیاء کشمیر۔

دتہ بی بی حضرت شیخؒ کی خدمت میں

دتہ بی بی کے بارے میں پوری تفصیل تذکروں میں نہیں آئی۔البتہ یہ بات واضح ہے کہ وہ حضرت شیخ العالمؒ کی ایک مخلص مریدہ تھیں اور وفات کے بعد ختہ پکھری سرینگر میں ہی مدفون کی گئیں[1]۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دتہ بی بی انہیں ایام میں حضرت شیخ ؒ کی صحبت میں آئی ہوگی جن دنوں شیخ ؒ ختہ پکھری میں قیام پذیر تھے۔پھر آپؒ نے دتہ بی بی کی تربیت کر کے ختہ پکھری کے ذیلی مرکز کی نگران کی حیثیت سے مامور کیا ہوگا۔

اس کے ساتھ ہی حضرت شیخؒ کی جماعت میں دہت بی بی اور بہت بی بی نام کی دوخواتین بھی شامل ہوئیں۔اس طرح حضرت شیخؒ کی سرپرستی میں ایک حلقہ خواتین بھی قائم ہوا جو یہاں کی خواتین میں دعوت وتبلیغ کا کام کرتا تھا۔

دوسرے داعیانِ اسلام سے روابطہ

حضرت شیخؒ جس زمانے میں سرینگراوراس کے مضافات میں محوتبلیغ تھے۔ میرے نزدیک اسی زمانے میں انہیں دوسرے داعیانِ حق اور بزرگوں کے ساتھ روابطہ قائم ہوئے۔کیونکہ اس وقت حضرت شیخؒ اوراس کی جماعت سارے کشمیر میں مشہور ہوچکی تھی۔اورآپؒ کے ذریعہ سے عام لوگوں کے ساتھ غیر مسلموں کے بڑے بڑے مذہبی پیشوااور سیاسی لیڈران بھی مشرف بہ اسلام ہوکر آپؒ کی جماعت میں شامل ہوچکے تھے۔ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں وہ علماء کرام،صوفیاء عظام اور بزرگ کیسے آپؒ سے بے خبراور لاتعلق رہتے۔جو ایک منظّم صورت میں دعوت

[1] تذکرہ اولیاء کشمیر۔

وتبلیغ کا کام کرتے تھے۔جبکہ ان کے مراکز سرینگر کے مختلف علاقوں میں قائم تھے۔اس لئے میراخیال ہے کہ سرینگر کے قیام کے دوران حضرت شیخؒ کوان داعیانِ اسلام سے گہرے روابطہ قائم ہوچکے۔اورآپؒ سے اورآپؒ ان سے مستفید ہوتے رہے۔تاریخ سے ہمیں جن بزرگوں کے متعلق یہ شہادت ملتی ہے کہ وہ حضرت شیخؒ کے حلقہ احباب میں تھےان کے اسماءِ گرامی یوں ہیں:''میر محمد ہمدانیؒ، شیخ بہاء الدینؒ، شیخ سلطانؒ اور حاجی ابراہیمؒ۔'' بعد میں ان بزرگوں کے شاگرد بھی حضرت شیخؒ سے مستفید ہوتے رہے۔

حضرت شیخ بہاء الدین گنج بخشؒ،میر سید علی ہمدانیؒ کے مرید خاص اسحٰق ختلانیؒ (جوامیر کبیرؒ کے داماد بھی تھے) کے تربیت یافتہ بزرگ تھے۔آپؒ کو حضرت شیخ ؒ سے گہری دوستی تھی[1]۔باباعثمان فرماتے تھے کہ شیخ العالمؒ شیخ بہاء الدین کو اپنے ساتھیوں میں سب سے بڑھ چڑھ کر گردانتے تھے۔[2]

شیخ سلطان کشمیریؒ نے بھی مریدان میر سید علی ہمدانیؒ نورالدین بدخشیؒ اور خواجہ اسحٰق ختلانیؒ سے تعلیم وتربیت پاکر مختلف ممالک کی سیروسیاحت کر کے درگجن سرینگر میں ایک خانقاہ تعمیر کی تھی۔ان کو بھی حضرت شیخ ؒ سے گہرے روابطہ قائم تھے۔[3]

حضرت حاجی ابراہیم ادہمؒ بھی حضرت شیخ العالمؒ کے شناساؤں اوردوستوں میں تھے[4]۔ابراہیم ایک اعلیٰ پایہ کے بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مصنف بھی تھے۔ان کی ایک کتاب کا نام''مقامات وحالات اولیاء'' تھا۔[5]

ان بزرگوں کے ساتھ حضرت شیخؒ کو روابطہ سرینگر کے قیام کے دوران ہی پیدا ہوئے ہونگے۔

[1] تذکرہ اولیاء کشمیر۔ [2] برج نور۔ [3] تذکرہ اولیاء کشمیر۔ [4] ایضاً۔[5] ایضاً

حضرت میر محمد ہمدانیؒ سے ملاقات

اوپر جن بزرگوں کے متعلق آیا کہ وہ حضرت شیخ العالمؒ کے احباب میں سے تھے۔چونکہ وہ حضرت میر محمد ہمدانی سے بھی بہت قریب تھے۔ان کی باصلاحیت شخصیت سے بے حد متاثر اوران کی دعوتِ دین کے کام سے متعارف تھے۔ممکن ہے جب وہ حضرت شیخؒ کی دعوت وتبلیغ اوران کی شخصیت سے واقف ہوئے ہونگے توانہوں نے اس کی اطلاع حضرت میر محمد ہمدانیؒ کودی ہوگی۔اس کے علاوہ دیگر ذرایع سے بھی حضرت میر محمدؒ حضرت شیخ سے باخبر ہوئے ہونگے۔جس کے بعد حضرت میرؒ نے حضرت شیخؒ اوراس کی جماعت کی طرف خصوصی توجہ دی ہوگی۔

چونکہ حضرت میر محمد ہمدانیؒ اس زمانے میں حضرت امیر کبیرؒ کی قائم کردہ تحریک دعوت کے سربراہ تھے۔ان کی تحریک کا ہیڈکواٹر خانقاہ معلیٰ سرینگر تھا۔اس لئے حضرت شیخؒ جس زمانے میں سرینگر میں قیام پذیر تھے۔اسی زمانے میں حضرت میر محمد ہمدانیؒ اورشیخؒ کے درمیان ملاقاتوں کا سلسلہ قائم ہوا ہوگا۔

اگرچہ تذکروں اورتاریخوں کی کتابوں سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ حضرت شیخؒ اور میرؒ کے درمیان کتنی بار ملاقاتیں ہوئیں۔مگر قرین قیاس یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان کئی دفعہ ملاقات ہوئی ہونگیں۔

البتہ تذکرہ نگاروں نے ان کے درمیان اُس ملاقات کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا جوبعض کے نزدیک زالسو[1] چرار شریف اوربعض کے خیال کے مطابق

---

[1] یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابھی شیخؒ چرار شریف میں قیام پذیر نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے زالسو چرار کے نزدیک حضرت شیخؒ اور میر محمدؒ کے درمیان یہ تاریخی ملاقات کیسی ہوئی۔اس کے متعلق عرض ہے۔حضرت شیخؒ کی زندگی کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ نے کئی بار کشمیر کے دورے کئے ممکن ہے کہ اس زمانے میں آپؒ علاقہ چرار ہی میں موجود ہوتے اور یہ قیام یہاں عارضی ہوتا۔ اس لئے یہیں ملاقات ہوئی۔

کراپورہ میں ہوئی۔[1] اس ملاقات کے وقت حضرت میر محمد ہمدانیؒ کے ساتھ ایک جمعیت تھی اور حضرت شیخؒ بھی اپنے خاص رفقاء کار اور ساتھیوں کے ساتھ تھے۔ جن میں بابابام الدینؒ، زین الدین ولیؒ، بابالطیف الدینؒ اور بابانصرالدینؒ کے علاوہ دہت بی بی اور بہت بی بی بھی حاضر تھیں[2]۔دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بڑی عزت واحترام اورمحبت سے پیش آئیں۔اس موقعہ پر دونوں داعیانِ اسلام کے درمیان ایک مکالمہ بھی ہوا جو کئی مراحل سے گذرا۔اس گفتگو میں ایک دوسرے کے رفقاء کار بھی شریک ہوئے۔[3]

حضرت میر محمدؒ نے شیخؒ کو قیادت سونپ دی

تاریخ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت شیخ العالمؒ نے میر محمد ہمدانیؒ کی قیادت و سیادت اور آپ کی سربراہی میں ہورہے دعوتی اوراصلاحی کام سے متاثر ہوکر آپؒ کی قیادت کو قبول کیا اورآپؒ کے متعلق فرمایا:

''کاشُر بن پیرا آؤ'' ''یعنی اہل کشمیر کے رہبر آگئے''

اس کے ساتھ حضرت میر محمدؒ بھی حضرت شیخؒ کی باصلاحیت شخصیت، علمی وعملی کمالات اورشوقِ دعوت واصلاح سے بے حد متاثر ہوئے۔اس لئے حضرت میرؒ نے کشمیر چھوڑنے سے پہلے تحریکِ اسلامی کشمیر کی قیادت حضرت شیخؒ کے سپرد کردی۔

شیخؒ اور میرؒ کے درمیان جو ملاقات ہوئی اس کو مسکین صاحب اور بابا کمال وغیرہ نے کشمیری اشعار میں منتقل کیا ہے۔جس کے چند اشعار یہ ہیں

---

[1] ''زالسو'' چرار شریف کے نزدیک ہی ایک گاؤں ہے جو آج قصبہ چرار کے ساتھ مل چکا ہے۔ کراپورہ سرینگر سے آٹھ کلومیٹر دور چرار روڈ پر واقع ہے۔ [2] برج نور۔ [3] تزکرہ اولیاء کشمیر۔

شیخ العالمؒ:

ژٕے ہوِس ستی کُس کرِ ماناہ چھُکھ دانا میرن ہُنڈے
پیرِ کرِ ہَے کلہِ قورباناہ میر ہمدان ژِ میرن ہُنڈے

''یعنی محترم المقام آپ جیسی قیادت کی برابری کون کرسکتا ہے۔آپ تو دانائے دہر ہیں اور رہنماؤں کے رہنما ہیں۔
میرا سر آپ پر قربان آپ تو شاہِ ہمدان کے فرزند ہیں۔اسلئے قیادت آپ ہی کو حق ہے۔''

میر محمدؒ:

پژھ درامُت ژٕے شیخہِ گاُرتھ براُنژ چانے آمتی ساُری
چھی منگان ہلم داُرتھ شوٗبی ژٕے علمداُری

''یقین کے ساتھ آپ کو اس کام کیلئے ہم نے چنا اور ساری امیدیں اس بارے میں صرف آپ سے وابستہ ہیں۔لہٰذا ہمارے دامنِ امید کو بھر دیجئے اور تحریک دعوت کی قیادت قبول کیجئے۔کیونکہ اس بارگراں کو آپ ہی اٹھاسکتے ہیں اور اس کے لئے آپ ہی موزین ترین قائد ہیں''۔

شیخ العالمؒ:

ژو وتہ بہ کِسُر گوس سو بر گوس ہُنہ لرے
پھلہِ رؤسُتے ہر گوس یا میر ہیور گوس ونن تھرے

''میر صاحب میں چوراہے پر بیٹھا شیر جیسا ہوں یا مکینوں سے خالی مکان کا بند دروازہ ہوں یا بغیر پھل اونچی ٹہنی ہوں،اس لئے میں شہروں سے دور جنگل میں بیٹھا ہوں۔''

میر محمد:

دووتی گراکس پھیر گوکھ یام زر گوکھ مُہتی تھرے
یمنہِ شہرُک سودا گر گوکھ لعل کاُتیاہ تل چھی لرے
کوٗت ہیوٗر کوٗت نِر گوکھ یکھ درکار سُرگچہ گرے

''شیخؒ صاحب آپ کے زیرِ قیادت تحریکِ اسلامی کشمیری عوام کے لئے زیادہ پُر کشش ہے۔کیونکہ آپ تو کشمیری الاصل ہو اور کشمیریوں کی نفسیات سے واقف ہو۔ اس لئے آپ تمام سنہری پھول یہاں کے درختوں سے اپنے دامن میں سمیٹنے میں کامیاب ہو رہے ہو۔اس شہر کا اصل اور سب سے بڑا سودا گر تو آپ ہی ہو اپنے اردگرد دائیں بائیں دیکھ کر لعلہائے بے بہا اپنے کاروان سخت جاناں میں چُن چُن کے شامل کر چکے ہو۔آپ کا روحانی مقام کتنا اونچا ہے اندازہ کرنا مشکل ہے۔سرگ میں کام ضرور آوٗ گے۔''[1]

اس طرح حضرت میر محمد ہمدانیؒ نے کشمیر سے واپس جانے سے پہلے تحریک دعوت و تبلیغ کی قیادت حضرت شیخ العالمؒ کو سونپ دی۔اور آخر پر انہیں ایک خط ارشاد بھی عطا کیا۔اور اسی پر ان دونوں بزرگوں کے ملاقاتوں کا سلسلہ ختم ہوا۔

خط ارشاد

یہ خط ارشاد چونکہ عربی میں ہے طوالت سے بچنے کے لئے یہاں ہم اس کے ترجمہ پر ہی اکتفا کریں گے۔

---

[1] حضرت شیخ العالمؒ کا ذہنی ارتقاء۔

''جان لوکہ بے شک بیعت انبیاء علیہم السلام اورخلفائے راشدینؓ کی سنت ہےاور یہ سنت تاقیامت کسی انکار کے بغیر قائم رہے گی۔علم دین رکھنے والے اولیاء میں سے کسی کے لئے یہ جائزنہیں کہ وہ ازخود بلااجازت بیعت خلافت کا دعویٰ کرے۔ جب تک نہ اُسے اُس باعمل شیخ کامل سے اجازت ملی ہو، جوخود ماذون (اجازت یافتہ) ہواوراس سلسلہ سے منسلک ہوجوآنحضورؐ کے ساتھ تواتر کے ساتھ مربوط ہو۔

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔اللہ کا شکر ہے کہ جس نے ہمیں اورتمام عابدوں کوراہِ ہدایت پرعمل پیرا ہونے کی توفیق بخشی اورہم کواوراپنے تمام پاکبازاور نیک بندوں کواہلِ بدعت وہوا کی اتباع سے محفوظ رکھا۔اورہم کواورپُر خلوص محبوں کی جماعتوں کومعرفت کبریٰ کے عالی درجات سے سرفراز فرمایا اور درودوسلام ہواس کے رسولؐ،اس کے نبی اور اس کے چنے ہوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پراوران اہلِ بیت پرجن کی صحبت سعادتِ عظمیٰ اوراعلیٰ پایہ کی حکومت کے حصول کا ذریعہ ہے اورسلام ہوآپ کے صحابہؓ پرجوستاروں کی مانند ہیں جن میں سے ہم جس کی بھی اقتداء کرئینگے،ہدایت یاب ہونگے پس یہ ضعیف و نحیف ،سراپاتقصیر،خطا کارکوتاہ عمل بندہ محمد بن علی ابن شہاب الدین ہمدانی کہتا ہے کہ جان لوکہ انسان کا مقصدِ تخلیق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی معرفت ہے۔اس بات کی شہادت بعض آیاتِ کریمہ،احادیث قدسیہ، اخبارِ شریفہ اور پاک آثار دیتے ہیں۔لہٰذا ہرانسان پرواجب ہے کہ وہ اس چیز کے حصول کے لئے سعی کرے جس کے لئے اس کی تخلیق کی گئی ہے۔اللہ کی طرف جانے والے راستوں کو نہ گِنا جاسکتا ہے اور نہ ہی شمار کیا جاسکتا ہے۔جیسا کہ آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والے راستوں کی تعداد تمام مخلوقات کے انفاس (سانسوں) کے برابر

ہے۔مگران سب میں قریب ترین راستہ ،طریقہ ''علیہ عالیہ شریفہ کبرویہ ہمدانیہ حسینیہ مذہبیہ'' ہے جس کی طرف میری راہنمائی میرے والدعلی الہمدانی قدس اللہ سرہ نے کی۔جس طرح ان کو ان مشائخ نے راہبری کی تھی اورجنہوں نے انہیں ہدایت کرنے کی اجازت مرحمت کی تھی۔ان مشائخ کی تعداد تینتیس ہے اوروہ سب اکابراولیاء میں شمار ہوتے ہیں۔بعدآن جب صالح وعارف صاحب کشف و مشاہدہ ومجاہدہ،زاہدو عابد برادرنورالدین ریشی کشمیری نے بے حدمنت کی اوراپنی زبان سے نہایت عجزوزاری کی کہ وہ بھی اس طرح عاشقانِ کاملین ومکملین کے سلسلہ میں داخلہ چاہتے ہیں۔جس طرح سارے نوآموزاورفارغ التحصیل داخل ہوچکے ہیں تو میں نے انہیں مریدوں کوتوبہ کرانے ان سے بیعت لینے، راہ سلوک کے طالب سالکوں کو ترغیب وترہیب دینے اور فریب نفس اوردوسری کدورتوں سے ان کے دلوں کوصیقل کرنے کیلئے ذکر چارضرب کی تلقین کرنے کی اجازت دے دی۔میں نے انہیں نذرانے اورتحائف قبول کرنے کی بھی اجازت دے دی۔مزید برآں میں نے انہیں چالیس چالیس دن تک خلوت گزین ہونے کی بھی اجازت دے دی اور وہ سب کچھ کرنے کی اجازت دے دی جوسادات کے اس طریقہ عالیہ میں واجب وپسندیدہ ہے۔اس کی سبیل یہ ہے کہ وہ مجھے ان ساعتوں میں فراموش نہ کریں جن میں اقوال واشغال کے بعد دعائیں قبول ہونے کی امید ہوتی ہے۔

میں نے جمعرات 15 رجب المرجب 814ھ کوکشمیر کے شہر میں یہ تحریر لکھی۔ اللہ اس کواپنے ساکنوں کے ساتھ آفات وہلاکت سے محفوظ رکھے۔'' [1]

---

[1] ایرج نور۔کشمیر میں اشاعت اسلام۔

اس خط ارشاد کے بارے میں محترم اسداللہ آفاقی صاحب رقمطراز ہیں:

''خط ارشاد کے اجراء کی وجہ جو مجھے سمجھ آتی ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ حضرت شیخؒ کسی مسلک سے وابستہ نہیں تھے۔اس لئے حضرت میر محمد ہمدانیؒ کے بعد سادات کا حضرت شیخؒ کی قیادت قبول کرنے میں پس و پیش کرنے کا احتمال تھا۔لہٰذا حضرت میر محمد ہمدانیؒ نے مسلک کبروی کی اعزازی ڈگری حضرت شیخؒ کو عطا کی اوران کے طرزِ تبلیغ اورطرزِ اویسی کوتحریری طورتسلیم کرکے دونوں تحریکوں میں زبردست تال میل اوراتفاق واتحاد کا راستہ کھول دیا''۔[1]

حضرت شیخؒ بارہمولہ میں

پھر حضرت شیخؒ نے وسطہ کشمیر سے شمالی کشمیر یعنی ضلع بارہمولہ اور کپوارہ کی طرف رخ کرلیا۔ان اضلاع کی مختلف بستیوں اور گاؤں میں جاکر خلق خدا کو حق و صداقت سے آشنا کردیا۔ان کے سامنے اپنی میٹھی زبان اور پُر تاثیر آواز سے دعوتِ حق پیش کی۔جس کے نتیجہ میں بہت سے لوگ راہِ ہدایت پاگئے۔ضلع بارہمولہ علاقہ پٹن کے مختلف گاؤں سے گذرتے ہوئے آپؒ پرگنہ بانگل (موجودہ تحصیل ٹنگمرگ) پہنچ گئے۔حسبِ معمول یہاں بھی آپؒ نے بندگانِ خدا کو خدائے واحد کی بندگی کی طرف دعوت دی۔اور مذکورہ علاقہ کے مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات سے آراستہ کیا۔اس علاقے میں ایک امام مسجد بدرالدین نامی شخص تھا۔جواپنے بھائی صدرالدین کے ساتھ آپؒ کے حلقہ ارادت میں آکر معرفت حقیقی سے آشنا ہوگئے۔بعد میں اس مسجد کا موذن بھی حضرت شیخؒ کے رفقاء اور شاگردوں میں شامل ہوگیا۔پھر تینوں پرگنہ بانگل موجودہ تحصیل ٹنگمرگ میں تبلیغ واصلاح کرنے لگے۔وفات کے بعد اسی علاقے میں مدفون ہوئے۔[2]

[1] حضرت شیخ العالمؒ کا ذہنی ارتقاء۔ [2] صحیفہ نور۔

حضرت شیخؒ بیروہ بڈگام میں

ٹنگمرگ میں حضرت شیخؒ کا قیام عارضی تھا اس لئے آپؒ ٹنگمرگ سے ہونچی پورہ (جو اس وقت تحصیل کھاگ کا ایک گاؤں ہے) پہنچے یہاں آپؒ نے کئی سال تک قیام فرمایا[1]۔ یہاں آپؒ عبادت وریاضت اوراپنے شاگردوں اوررفقاء کرام کی تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ موجودہ تحصیل بیروہ اورکھاگ میں اشاعتِ اسلام کا فریضہ انجام دیتے رہے۔اوربہت سے لوگوں کونعمتِ ایمان سے مالا مال کیا۔جن میں کئی لوگ ہمیشہ کے لئے آپؒ کی تحریک سے وابستہ ہوگئے اورمختلف علاقوں میں محوتبلیغ ہوگئے۔

منگوریشی شاید پرگنہ بیروہ کے کسی گاؤں کے رہنے والے تھے۔جن دنوں حضرت شیخؒ پرگنہ بیروہ میں محوتبلیغ تھے انہیں دنوں میں منگوریشی آپؒ کی خدمت میں آکرآپ سے تعلیم وتربیت پاکرآپؒ کے شاگرد خاص بن گئے۔پھرانہیں ریشی لنگر خانہ میں کھانا پکانے اورتقسیم کرنے کا کام سونپ دیا گیا۔آخروہ انتقال کرکے گوسہ (گوسہ پورہ) بیروہ میں مدفون ہوئے۔[2]

یہیں نوروز ریشیؒ شیخؒ کی خدمت میں آکرآپؒ سے مستفید ہوئے اور وفات کے بعد گوگل ڈورو بیروہ میں دفن ہوئے۔[3]

ایک برہمن کا قبول اسلام

حضرت شیخ العالمؒ جب اندرہامہ پہنچے،تو یہاں ایک برہمن کو بت پرستی میں مشغول پایا۔یہ دیکھ کر حضرت شیخؒ نے برہمن سے حق وصداقت اوراسلام کی

[1] برج نور۔ [2] علمدار کشمیر۔ [3] ایضاً

بات چھیڑ دی۔ چونکہ برہمن کو اپنے طرزِ عمل اور فکر وخیال پر غرور تھا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ میں روزانہ سات دفعہ نہاتا ہوں اور بتوں کی عبادت میں محو رہتا ہوں ۔ حضرت شیخؒ نے بڑی بردباری سے سمجھایا کہ نہانے سے فکر وخیال اور قلب وروح کی پاکی حاصل نہیں ہوتی اور مخلوق پرستی سے خالق حقیقی کی رضا اور عرفان حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ ماسوائے اللہ سے کٹ کر ایک اللہ پر ایمان لاکر اس کی عبادت وبندگی کرنے میں انسان کی فلاح وکامیابی ہے۔

غرض شیخؒ نے برہمن کو اس طرح سمجھایا کہ برہمن کا قلب وذہن حق کیلئے کھل گیا اور وہ مشرف بہ اسلام ہوگیا۔[1]

شام بی بی کا قبول اسلام

اسی علاقہ کے قیام کے دوران ریشی تحریک کی عظیم خاتون شام بی بی حضرت شیخ العالمؒ کے دائرہ تربیت میں آگئی۔ اس کے مذہب کے بارے میں غلام نبی گوہر ''صحیفہ نور'' میں رقمطراز ہیں:

''شام بی بی میری تحقیقات کے مطابق علاقہ بیرو سے تھی اور یہ بھی برہمن زادی تھی۔ اپنے ودوان پتا جی سے شریمد بھگوت گیتا اور ترکہ شاستر کے سبق بھی پڑھے تھے۔ آپؒ کی علمی قابلیت آپ کے شعروں سے واضح ہے''۔

حضرت شیخؒ کے ہاتھ پر جب اس نے اسلام قبول کیا تو آپؒ سے التجا کی کہ مجھے (تربیت کرکے) اپنے مریدوں اور شاگردوں میں شامل کریئے۔ حضرت شیخؒ نے اس کو اپنے دائرہ تربیت میں لیتے وقت فرمایا!

پاٹھون وقتن سُجدِ دِی زے میؤٹھ تہٕ مۄ دُر کھیٚے زے نہ زانہہ

[1] علمدارِ کشمیر۔

ماتم ہتھ دوھ دوھ روزے دنیاپچ لادن بری زنہٕ زانہہ

''یعنی نماز پنجگانہ قائم کرتے رہو، اور لذیذ ضیافت مت کھاؤ۔ روز روز روتے رہو اور اللہ تعالیٰ کو مناتے رہو تاکہ وہ تمہیں راضی ہوجائے۔ ہرگز دنیا پرستی میں مگن نہ ہوجائے''۔[1]

حضرت شیخؒ کے حلقہ ارشاد میں آتے وقت شام بی بی نوجوان تھیں۔ پھر وہ کئی سال اپنے مرشد کی تربیت میں رہیں۔ تعلیم وتربیت پاکر پہلے ان کو وترہیل بڈگام میں تبلیغ دین کے سلسلہ میں بھیج دیا گیا۔ پھر پوشکر تحصیل کھاگ میں[2]۔ تذکرہ اولیاء کشمیر میں ہے کہ شیخؒ کے انتقال کے بعد انہوں نے اطراف کشمیر کی سیر وسیاحت کی۔

حضرت شیخؒ کے قتل کی سازش

سکندر پورہ بیرو میں کچھ لڑکیاں جن میں کچھ ہندوں بھی تھیں۔ آپ کے ذریعہ سے مسلمان ہوکر آپؒ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوگئیں۔ جب ہندوں نے سُنا کہ ان کی لڑکیاں مسلمان ہوگئیں تو وہ غصے سے آگ بگولہ ہوگئے۔ اور ایک سازش کے تحت چند غنڈوں کو معقول اجرت دے کر حضرت شیخؒ کے قتل پر آمادہ کرلیا۔ لیکن جب وہ حضرت شیخؒ کے پاس پہنچ گئے، تو اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ناکام ہوکر واپس لوٹ گئے۔[3]

ہونچی پورہ کے قیام کے بعد آپؒ نے کچھ مدت تک ستہ ہارن نامی گاؤں (یہ گاؤں تحصیل کھاگ میں واقع ہے) میں قیام کیا۔ اس طرح آپؒ نے اپنے علم و عرفان سے علاقہ مذکورہ کو منور کردیا۔ اس قیام کے دوران آپؒ کے ساتھ شاگردوں اور رفقاء کرام کی ایک جماعت تھی۔ جس میں کچھ لوگ اس وقت بڑے اعلیٰ درجے کے زاہد وپرہیزگار اور مبلغ تھے۔

[1] علمدارِ کشمیر۔ [2] صحیفہ نور۔ [3] ایضاً

بابا زین الدین ولیؒ کی ماموریت

ہونچی پورہ کے قیام کے دوران بھی آپؒ نے کشمیر کے مختلف علاقوں میں اپنی تحریک کے ذیلی مراکز قائم کئے۔جن کی سربراہی اور نگرانی کے لئے اپنے رفقاءِ کار کو متعین کرتے رہے۔یہیں سے آپؒ نے اپنے رفیق خاص زین الدین ولیؒ کو عشمقام نامی گاؤں میں بھیج دیا۔تاکہ وہ وہاں عبادت الٰہی کے ساتھ اشاعتِ اسلام کا فریضہ انجام دے۔[1]

مرکزی دفتر دریہ گام میں

بیرو،کھاگ اور ٹنگمرگ تحصیلات میں سات آٹھ سال گذارنے کے بعد حضرت شیخؒ نے اپنے مرکز کو دریہ گام میں منتقل کیا۔[2] یہاں پہنچتے ہی آپؒ نے بڈگام ، خانصاحب، چاڈورہ اور چرارشریف کے تحصیلات کے مختلف گاؤں اور قصبہ جات میں اپنے رفقاء کار کو بھیج دیا۔جس کے نتیجہ میں کچھ مقامات پر آپؒ کی تحریک کے ذیلی مراکز بھی قائم ہوئے۔خود بھی آپؒ دعوت واصلاح کے سلسلے میں ضلع بڈگام کے مختلف علاقوں میں گئے۔یہیں سے آپؒ نے اپنے رفیق خاص لطیف الدینؒ کو دودھ پکھری بھیج دیا۔جنہوں نے وہاں ایک مسجد بھی بنائی۔[3] بابا تاج الدینؒ کو وترہیل نامی گاؤں (جو تحصیل بڈگام میں واقع ہے) میں تبلیغ حق کے لئے مامور کیا۔بعد میں یہاں تاج الدینؒ کے پاس دودھ پکھری سے لطیف الدینؒ کو بھی بھیج دیا گیا۔جنہوں نے یہاں بھی ایک مسجد تعمیر کی[4] اس کے بعد وترہیل ذیلی مرکز کی نگرانی کی ذمہ داری تاج الدینؒ پر ہی ڈالی گئی۔اور لطیف الدینؒ یہاں سے کھاگ پوشکر کے ذیلی مرکز کے ذمہ دار بنائے گئے۔[5]

---

[1] صحیفۂ نور [2] تزکرۂ اولیاء کشمیر [3] ایضاً۔ [4] صحیفہ نور۔ [5] ایضاً ۔

دریہ گام کے قیام کے دوران ہی شیخ اشوار ریشی حضرت شیخؒ کے حلقہ ارادت میں آئے اور اپنی ماضی کی زندگی سے تائب ہوئے۔مزید تربیت کے لئے انہیں شیخؒ نے لطیف الدینؒ کے پاس دودھ پکھری بھیج دیا[1]۔پھر وہ بابا لطیفؒ کے ساتھ وترہیل اور پوشکر گیا۔آخر انہیں بابا لطیفؒ نے ڈانگر پورہ چھترگام (یہ گاؤں تحصیل چاڈورہ میں واقع ہے) بھیج دیا۔

یہیں فروز ریشی حضرت شیخؒ کے پاس آئے اور آپؒ سے تربیت پاکر بارواہ نامی گاؤں (یہ بھی تحصیل چاڈورہ میں واقع ہے) کے ذیلی مرکز کا انچارج مقرر کیا گیا۔بعد وفات یہیں دفن ہوئے۔[2]

کٹی پنڈت کا قبول اسلام

کٹی پنڈت ہندو مذہب کا بہت بڑا عالم،ویدوں اور دیگر ہندوں کی کتابوں پر اسے گہری نظر تھی۔سنسکرت زبان پر بھی اسے خاصی دسترس حاصل تھی۔[3] وہ علاقہ رائتھن کے کسی گاؤں کا رہنے والا تھا۔[4]

جب وہ حضرت شیخ العالمؒ کی خدمت میں آیا تو ان کی شخصیت اور تعلیمات سے بے حد متاثر ہوکر مشرف بہ اسلام ہوا۔اسلام قبول کرنے کے بعد شیخؒ نے ان کا نام کٹی پنڈت کے بجائے قطب الدین رکھا[5]۔پھر وہ حضرت شیخؒ کی تحریک کے دبیر عمومی اور حضرت شیخ العالمؒ کے دبیر خصوصی بن گئے۔وہ شیخؒ کے منظوم کلام کو سنسکرت میں لکھتے تھے اور ان کے ملفوظات کو کتابی شکل میں جمع کرتے تھے۔[6]

اس طرح جب شیخؒ نے اپنے مرکز کو دریہ گام میں منتقل کیا تو آپؒ نے دریہ گام کے نواحی علاقوں میں بڑی سرگرمی کے ساتھ تبلیغ دین کا کام کیا۔اس کے

---

[1] تذکرہ اولیاء کشمیر۔ [2] ایضاً۔[3] شیخ نورالدین ولی۔ [4] تذکرہ اولیاء کشمیر۔[5] ایضاً۔[6] ایضاً

ساتھ وادی کے دوردراز علاقوں کے بھی تبلیغی دورے کئے۔ چونکہ اس وقت ان کے رفقاء کرام اور شاگردوں میں بڑی حدتک اضافہ ہوچکا تھا۔اور کشمیر کے مختلف مقامات پر تحریک ریشیانِ اسلام کے ذیلی مراکز قائم ہوچکے تھے۔جن میں بمزو مٹن،عشمقام،کیمو، ڈوروشاہ آباد،دیوسرکولگام،ژمرنورآباد،زینہ گیرسوپور،مختہ پکھری سرینگر،پرگنہ بانگل ٹنگمرگ،اندرہامہ،ہونچی پورہ،وترہیل بڈگام،دودھ پکھری ، پوشکرکھاگ،بارواہ چاڈورہ وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

اگرچہ ان ذیلی مراکز کے لئے بحیثیت سربراہ اورنگران حضرت شیخؒ نے اپنے بلند پایہ رفقاء اورتربیت یافتہ شاگردوں کومقرر کیا تھا۔مگراس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ آزاد اورمختار تھے۔ بلکہ وہ اپنی جگہوں پر حضرت شیخؒ کی نگرانی میں کام کرتے تھے۔اور وہ ذیلی مراکز حضرت شیخؒ کے قائم کردہ مرکز کے ہی زیرِ سایہ چلتے تھے۔آپؒ ان تمام ذیلی مراکز پر گہری نظر رکھے ہوئے تھے۔ضرورت پڑنے پران مراکز میں جا کروہاں ہورہے کام کا جائزہ لیتے تھے۔اوروہاں مامورکئے ہوئے رفقاءاور مبلغین کواپنے مشوروں اوراحکام سے نوازتے تھے۔

ریہ ون میں مرکزی دفتر کی منتقلی

حضرت شیخؒ نے دریہ گام کے قیام کے دوران اسکے نواحی علاقوں کواپنے علم وعرفان سے فیض یاب کیا۔بالآخرآپؒ مختلف گاؤں سے گذرتے ہوئے ریہ ون پہنچ گئے[1]۔ پھر اسی جگہ کواپنے مرکزی سنٹر کیلئے منتخب کیااور یہاں سات سال تک قیام کیا۔[2] اورآس پاس کے علاقوں میں حق وصداقت کا پیغام پہنچادیا۔اور بہت سے لوگوں کو کفروشرک اورنفاق کی اندھیروں سے نکال کرنورِتوحیدواسلام کی طرف لے آئے۔

[1] ریہ وَن چرارشریف کے نزدیک ہی ایک گاؤں ہے۔[2] برج نور

حضرت پرباز پرگنہ وچھ کے رازون گاؤں (یعنی رازون بڈگام) کا رہنے والا تھا۔وہ ابھی جوان ہی تھی کہ حضرت شیخ العالمؒ کی خدمت میں ریہ ون کے مقام پرآیااورشیخؒ کے علم وعرفان سے فیض یاب ہوگئے۔پھرشیخؒ نے انہیں دودھ پکھری بھیج دیا۔[1]

حضرت شیخؒ کے خلاف سازشیں

حضرت شیخ نورالدینؒ کی قائم کردہ ریشی تحریک ایک دعوتی اورتبلیغی تحریک تھی۔ اسلئے ابتداء سے ہی دشمنانِ حق اور حاسدانہ ذہن رکھنے والے لوگ اسکی مخالفت کرتے تھے۔انہوں نے باربار حضرت شیخؒ کے خلاف سازشیں اورجھوٹے پروپگنڈے کئے۔ تاکہ حضرت شیخؒ کے تبلیغی مشن اورتحریک کو بدنام کیاجائے۔اس میں اگرچہ ہندوں کے پیشوا اوربرہمن پیش پیش تھے۔مگروہ بے عمل خودغرض مسلمان بھی پیچھے نہ تھے ۔جن کی سربراہی پیٹ پرست مولوی اورنام نہادصوفی کررہے تھے۔کیونکہ حضرت شیخؒ کی تحریک سے ان کے مفادات کو بظاہر نقصان پہنچتا تھا۔اسلئے وہ حضرت شیخؒ پرکئی اعتراضات کرتے تھے جن میں یہ بھی تھا کہ حضرت شیخؒ ان پڑھ ہے،اسلئے وہ ایک دینی تحریک کے قائدکیسے ہوسکتے ہیں ۔چونکہ یہ صحیح ہے کہ حضرت شیخؒ نے کسی معروف مدرسہ سے علمی سندات حاصل نہیں کیں تھیں۔مگراس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ آپؒ دینی علوم کے ساتھ دوسرے علوم سے بے بہرہ تھے۔ بلکہ آپؒ مختلف دینی علوم پر دسترس رکھنے کے ساتھ غیر اسلامی فلسفوں پربھی گہری نظر رکھتے تھے۔جیسا کہ آپؒ کی زندگی اورمنظوم کلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتاہے۔

بہرحال خودغرض اور دنیاپرست لوگوں کا کام ہی یہ ہوتاہے کہ وہ حق پسند لوگوں کو

[1] تذکرہ اولیاء کشمیر۔

دبانے کی کوششیں کرتے ہیں۔اس کے لئے وہ گھٹیاں سے گھٹیاں طریقہ بھی استعمال میں لاتے ہیں۔یہی کچھ شیخ العالمؒ کے ساتھ کیا گیا۔

مولانا نائک کا توبہ

پیٹ پرست ملاؤں،خودغرض مولویوں اور دیگر دشمنانِ ریشیانِ اسلام نے علماء کی ایک بڑی جماعت کواس بات پر آمادہ کرلیا کہ وہ حضرت شیخؒ کا امتحان لے کہ انہیں دین کا علم ہے کہ نہیں خصوصاً فقہ کا علم۔اس کے لئے انہوں نے اس جماعت کا سربراہ سرینگر کے بڑے فقیہ اور عالم مولانا نائک کو مقرر کیا۔ پھر مولانا نائک سینکڑوں لوگوں پر مشتمل ایک جماعت لیکر ریہ ون حضرت شیخؒ کے صدر دفتر پر پہنچ گیا۔پھر یہاں ایک مباحثہ اور مناظرہ ہوا جس میں مولانا اور اسکے شاگردوں نے حضرت شیخؒ کو فقہ کے متعلق مختلف سوالات کئے جن کے جواب میں حضرت شیخؒ نے منظوم کلام کی صورت میں سینکڑوں فقہی سوالات کے جوابات فرمائیں۔جن میں نماز وضو وغیرہ کے نسبت فرائض کی تفصیل بیان کی[1]۔اسکے بعد مولانا اوران کے ساتھ ان کے شاگرد جن کی تعداد سو بتائی جاتی ہیں حضرت شیخؒ سے بیعت کرکے ریشی تحریک کے ارکان بن گئے[2] اور مختلف جگہوں پر دعوت وتبلیغ کا کام کرنے لگے۔اور بندگانِ خدا کو اسلام کے قریب لاتے رہے۔

ریہ ون کے قیام کے دوران ہی حضرت شیخؒ پکھرپورہ گئے اور وہاں موجود سید عالی بلخیؒ نے آپؒ کے ہاتھ پر بیعت کرکے آپؒ سے تعلیم وتربیت پائی۔[3]

یہیں چرار کا مالدار آدمی سنگرام ڈار آپؒ کی خدمت میں آکر آپؒ کا طالب بن گیا پھر اس نے اپنے مال ودولت کو آپؒ پر اور آپؒ کی تحریک پر خرچ کیا[4]۔سنگرام

[1] صحیفہ نور۔ [2] ایضاً [3] تذکرہ اولیاء کشمیر۔ [4] ایضاً۔

ڈار کا چرار شریف میں ایک باغ تھا۔جس میں حضرت شیخؒ نے ایک مسجد تعمیر کرائی جو ملک یعقوب چک کے دور تک موجود تھی۔[1]

شعبہ خواتین

حضرت شیخ العالمؒ کی تحریک تبلیغ کی خوبیوں میں ایک خوبی یہ تھی کہ انہوں نے ایک فعال اور متحرک شعبہ خواتین کے قیام کا اہتمام کیا۔اس شعبہ کے زیرِ اہتمام کشمیر کے کئی علاقوں میں خواتین کی تعلیم و تربیت کے لئے مراکز قائم کئے گئے۔اس شعبہ سے وابستہ خواتین زہد وتقویٰ، ریاضت وعبادت اور علم وعرفان میں باکمال تھیں۔انہوں نے یہاں کی عورتوں کو اپنے علم وعرفان اور سیرت وکردار سے حق وصداقت کی گرویدہ اور حقیقی دینداری سے نوازا۔جس سے یہاں مسلمانوں کا معاشرہ غیر مسلموں کے مقابلے میں ایک مثالی معاشرہ بن گیا۔ساتھ ہی حضرت شیخؒ کی تحریک مردوں کے ساتھ عورتوں میں بھی مقبول عام ہوگئی۔اس تحریک سے وابستہ خواتین کو آج بھی کشمیر میں بڑی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

تذکروں اور تاریخوں کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت شیخؒ نے جب غار نشینی کو الوداع کہہ کر اشاعتِ اسلام کی طرف توجہ کی تو اسی وقت آپؒ نے شعبہ خواتین کی بنیاد ڈالی ہوگی۔اس شعبہ کی پہلی سربراہ آپؒ کی زوجہ حضرت زے دید (زاہدہ بی بی) مقرر ہوئی ہو۔چونکہ ان دنوں حضرت شیخؒ کیمو میں قیام پذیر تھے۔اسلئے شعبہ خواتین کا پہلا مرکز کیمو ہی بنا،جس میں حضرت زے دید نے بڑی تن دہی سے اشاعتِ اسلام کا کام شروع کیا ہوگا۔اس کے بعد حضرت شیخؒ کی

[1] برج نور۔

جماعت میں کئی باکمال اور باصلاحیت خواتین شامل ہوگئیں۔جن میں شام بی بی ، دہت بی بی، بہت بی بی،سِلا بی بی اول،سلابی بی دوم،شنگہ بی بی،دتہ بی بی قابلِ ذکر ہیں۔[1]

انہوں نے کشمیر کے مختلف علاقوں میں اپنے مرشد کے حکم سے عورتوں کی تعلیم و تربیت کے لئے کئی مراکز قائم کئے۔جن میں کیمو،مختہ پکھری سرینگر،دریہ گام،وترہیل،زالسو چرار اور پوشکر ہیں۔

حضرت شیخ العالمؒ کا انتقال

حضرت شیخ نورالدینؒ کشمیر کے عظیم ولی اللہ،داعی،مفکر اسلام اور قائدِ ریشی تحریک نے 63 سال کی عمر پاکر 842ھ مطابق 1441ء میں انتقال فرمایا۔[2] نزع کے وقت ان کے محبوب خلیفہ حضرت نصرالدینؒ نے ان سے پوچھا کہ حضرت کسی چیز کی آرزو ہے۔حضرت شیخؒ نے فرمایا!''ہاں حق کی'' بابانے پھر عرض کیا کہ ''حضرت آپ کے سامنے کون ہے'' فرمایا:''حق'' بابانے کہا: آپ کسی کے ساتھ باتیں کرتے ہیں''۔ارشاد فرمایا:''حق کے ساتھ'' بابانے پوچھا ''کوئی شربت پیوگے'' شیخؒ نے فرمایا: ساری عمر میں کبھی حق کے واسطے نہیں پیا تو اس وقت کیوں پیوں گا۔'' پھر پانی کا ایک گھونٹ پیا اور انتقال کر گئے۔[3]

پھر کیا تھا کہ سارے کشمیر میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور لاکھوں لوگ غم ورنج میں مبتلا ہوگئے۔اور ہر آنکھ پُرنم تھی۔خاص کر رفقاء کرام جنہیں اپنے مرشد کی جدائی کا غم اندر ہی اندر کھا رہا تھا۔دور دراز مقامات سے لوگ آکر اپنے

---

[1] تذکرہ اولیاء کشمیر۔ [2] برج نور۔[3] تذکرہ اولیاء کشمیر

محسن اور خیر خواہ کے جنازہ میں شریک ہوگئے۔نماز جنازہ حضرت زین الدین ولیؒ نے پڑھائی اور چرار شریف میں دفن کئے گئے۔

وعدِ یہِ کوٗرُتھ تتہِ کرباہ ژٕنے کرباہ ژٕبتس پیے
اتھ کھور ژٕٹتھ یہِ باہ وَوَکھ کونگہِ وارِ سویے
تتہِ کُس داری تھر باہ پتہِ ضرباہ کرتلہ پیے
مرنے بزٕنہہ مر باہ اِدِ مُرِتھ مرتبہ یے

☆

حضرت شیخؒ کے خلفاء

بُمہؒ، نصرؒ تہٕ بابہ زانوؒ
لطیفؒ رنبہ، ونو چُھس
خدائے دِژام تژٹھا سبزانو
یے میأنی بہ یہندے چُھس

حضرت شیخ العالمؒ نے تیس سال کی عمر میں غارنشینی کی زندگی کو خیرباد کہہ کر دعوت وتبلیغ کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا۔ پھر آپؒ نے اشاعت اسلام کی خاطر کشمیر اور اس کے نواحی علاقوں کی مسلسل سیر وسیاحت کی اور مختلف جگہوں پر اپنی تحریک کے مراکز قائم کئے۔ اس دوران آپؒ کی مساعی جمیلہ سے ہزاروں لوگ کفروشرک کی دلدل سے نکل کر اسلام کے آغوش رحمت میں آئے۔ اور ہزاروں بےعمل اور گنہگار مسلمان توبہ کرکے حقیقی مسلمان بن گئے۔ اگرچہ آپؒ کی کوششوں سے راہِ ہدایت پانے والوں کی اصل تعداد آپؒ پر لکھے ہوئے تذکروں میں نہیں ہے۔ مگر آپؒ کے رفقاء کرام اور شاگردوں کی کثرت دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آپؒ کے ذریعہ سے ہدایت پانے والوں کی تعداد ہزاروں پر مشتمل ہوگی۔

آپؒ کے مریدوں اور شاگردوں جو آپؒ کی تحریک کے باضابطہ ارکان بنے، کی تعداد تین سو ساٹھ بتائی جاتی ہے[1]۔ یہی لوگ ہیں جن کو آپؒ نے مختلف مقامات پر تبلیغ دین کے لئے مامور کیا اور انہیں میں کچھ آپؒ کے انتقال کے بعد مختلف دیہات میں جاکر عبادت و ریاضت کے ساتھ تبلیغ دین کا کام کرنے لگے۔ آپؒ کے بعد جوان مریدوں میں ریشی تحریک کے قائد اور آپؒ کے خلفاء کہلائے گئے۔ ان کی تعداد چار ہیں پہلے بابا بام الدینؒ دوسرے بابا زین الدینؒ تیسرے بابا لطیف الدینؒ اور چوتھے بابا نصرالدینؒ ہیں۔ ان چار بزرگوں نے آپؒ کی قائم کردہ تحریک کی باری باری سربراہی کی اور آپؒ کے تبلیغی مشن کی تکمیل کی خاطر دوردراز علاقوں میں تبلیغی مراکز قائم کئے۔ اور ہزاروں لوگوں کو اپنے مرشد کے افکار ونظریات سے آشنا کرکے انہیں راہِ راست پر لائے۔ جس کے نتیجہ میں ریشی تحریک نے کشمیر کی سیاست ومعیشت تہذیب وتمدن اور معاشرت وثقافت پر گہرے اثرات چھوڑے۔ لوگوں کی انفرادی واجتماعی زندگی کے ساتھ روحانی زندگی میں بھی انقلاب بپا کردیا۔

حضرت بابا بام الدینؒ

اوپر ہم نے پڑھا کہ جب حضرت شیخ العالمؒ کے ذریعہ سے بام الدینؒ مشرف بہ اسلام ہوئے تو حضرت شیخؒ نے ان کی مختصر مدت میں تعلیم وتربیت کرکے انہیں علاقہ مٹن کے بمزونامی گاؤں میں دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں مامور کیا۔ اس ماموریت کے پیچھے کئی وجوہ کارفرما تھے۔ جن میں چند ایک یہ ہیں:

اول یہ ہے کہ علاقہ مٹن صدیوں سے کشمیر میں بت پرستوں کا مرکز تھا۔ یہاں

---

[1] ریشیات۔ صحیفہ نور۔

کئی بت خانے اورآشرم تھے۔اس کے علاوہ یہاں ایک چشمہ تھا جو ہندوں کے ہاں مقدس سمجھا جاتا تھا۔یہیں ان کی مشہورترین تیرتھ تھا۔

دوم یہ ہے کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے بام الدینؒ علاقہ مٹن کے ایک بت خانے کا مجاوراور ہندوں کے عظیم سادھوؤں اورراہبوں میں سے ایک تھے۔اس لئے انہیں ہندوں حلقوں میں بڑی عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

اگرچہ ان کے ایمان لانے سے جنوبی کشمیر میں غیر مسلموں میں تعصبی ذہن رکھنے والے لوگ آگ بگولہ ہوئے ہونگے۔مگر بیدارذہن اور صالح فطرت طبقہ اپنے کفراوراپنے پیشواء بام الدینؒ کے اسلام قبول کرنے پرضرورسوچتے ہونگے۔ اسلئے حضرت شیخ نے مرکزِ کفروشرک کومرکزِتوحیدواسلام میں تبدیل کرنے کیلئے اپنے خلیفہ خاص بام الدینؒ کو مامورکیاجواس کام کیلئے نہایت ہی موزون ترین فرد تھے۔

پھر بابا بام الدینؒ نے عمر بھرفریضہ دعوت وتبلیغ کو بڑی تن دہی سے انجام دیا۔آپؒ حضرت شیخؒ کے انتقال کے بعددوسال تک زندہ رہے۔[1] اس طرح انہوں نے حضرت شیخؒ کی قائم کردہ تحریک کی دوسال تک سربراہی کی۔

آپؒ نے بہت سے لوگوں کوکفروضلالت کی اندھیروں سے نکال کرنوراسلام کی طرف لے آئے۔جن میں کئی لوگ علم وعرفان حاصل کرکے ترجمانِ حق اور مبلغین اسلام بن گئے۔جس سے دوردورتک حق وصداقت کا پیغام پہنچ گیا۔ان میں تمام لوگوں کے نام ہم تک نہیں پہنچے۔البتہ تذکروں میں جن اصحاب کا ذکر آیاہےان کا تذکرہ ہم یہاں اختصار سے کریں گے۔

تین شرابی

رجب میر،شوگہ میراورفخرتین بھائی تھے۔یہ تینوں بھائی سرکاری فوج سے

[1] صحیفہ نور۔

وابستہ تھے۔خودشراب پینے کے ساتھ دیگرفوجیوں کوبھی شراب سپلائی کرتے تھے۔ اس پر وہ فوجی چھاؤنیوں تک شراب پہنچانے کے سلسلے میں دوسرے لوگوں کو بھی بیگار پر لیتے تھے۔[1] ایک دن وہ حسبِ معمول دوسرے فوجیوں کے لئے شراب کے مٹکے لئے جارہے تھے کہ انہیں باباباام الدینؒ اتفاقاً راستے میں ملے اورانہیں کہا کہ وہ ان کی شراب کا ایک مٹکہ فوجی چھاؤنی تک پہنچائے۔بام الدینؒ مٹکہ اٹھا کران کے ساتھ چل دیئے۔یہاں تک کہ مقررہ مقام تک پہنچ گئے۔[2] یہاں پہنچ کردیکھا کہ فوجی جوان شراب پینے اور پلانے لگے،تو آپؒ کا طرزِعمل اورطریقہ گفتگو یہاں بھی انتہائی داعیانہ رہا۔جس کے نتیجہ میں ان تین بھائیوں کے ساتھ دوسرے فوجی جوان بھی آپؒ سے متاثر ہوئے اورشراب جیسی بُری چیز سے ہمیشہ کے لئے توبہ کرلی۔[3]

رجب میراوران کے دوبھائیوں پرآپؒ کے طرزِ گفتگو اورشخصیت کااس قدر اثر ہوا کہ وہ فوجی ملازمت چھوڑکرآپؒ کے ساتھ اشاعتِ دین کا کام کرنے لگے۔ اور بہت سے گمراہوں کوراہِ ہدایت دکھادی۔

پھر رجب میر بابارجب الدینؒ شوگہ میر،باباشکورالدین اورفخر بابا فخرالدین کے نام سے مشہور ہوئے۔[4] آخر جب ان کے مرشد باباباام الدینؒ انتقال کرگئے توان تینوں نے مختلف جگہوں پر دعوت واصلاح کا فریضہ انجام دیا۔اورکئی لوگوں کوعلم و عرفان سے آراستہ کرکے اپنی جماعت میں شامل کیا۔

تذکرہ اولیاء کشمیر میں ہے کہ بابارجب الدین کے ہی بارہ مرید تھے۔ان کے متعلق آیا کہ وہ زاہدومتقی ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن وحدیث کا مطالعہ کرتے تھے۔قرآن پاک کی خودکتابت کرتے تھے جو پیسے اس کے عوض ملتے تو اس پر گذربسر کرتے تھے۔[5]

[1] تذکرہ اولیاء کشمیر۔[2] ایضاً۔[3] صحیفہ نور۔ [4] تذکرہ اولیاء کشمیر۔ [5] صحیفہ نور۔

حضرت بابابام الدینؒ نے جن دوسرے لوگوں کوعلم وعرفان اوریقین کامل سے آراستہ کیاان کے اسماء گرامی تذکروں میں اس طرح آئے ہیں!

صبورریشی،حنیف الدین،شمس الدین،شوگہ ریشی، حاجی محمدریشی،کنی ریشی، سنت ریشی،رتن ریشی، چالاک ریشی،دنت ریشی اورنوروز ریشی۔[1]

بابازین الدین ولیؒ

اوپر ہم نے تفصیل سے لکھا کہ حضرت زین الدین ولیؒ کیسے حضرت شیخؒ کے ہاتھ پرمشرف بہ اسلام ہوئے۔اسلام قبول کرنے کے بعدانہیں حضرت شیخؒ نے کئی سال تک اپنی صحبت میں رکھا۔ان کی تعلیم وتربیت اس طرح کی وہ ایک ولی کامل اور پرجوش مبلغ بن گئے۔پھرشیخؒ نے انہیں اپنے ایک اورمرید شمس الدین کے ساتھ ہونچی پورہ بیروہ کے قیام کے دوران دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں علاقہ کھاورپارا عشمقامؔ[2] نامی گاؤں بھیج دیا۔[3]

پھریہاں زین الدینؒ نے عبادت وریاضت کے ساتھ تبلیغ دین کا کام شروع کیا۔اورساتھ ہی لوگوں کے فلاحی کاموں میں بھی حصہ لیا۔اورکمزوروں پر ہورہے مظالم کے خلاف آواز اٹھائی۔

ایک بار یہاں سلطان زین العابدین کے حکم سے ایک نہر کی کھدائی ہورہی تھی۔جس کے لئے لوگوں کو جبراً بیگار پرلیا جاتا تھا۔اتفاقاً ایک دن حضرت زین الدینؒ کوخبرہوئی تو انہوں نے نہر کی کھدائی کا کام روک دیا۔چونکہ انہیں اس وقت یہاں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔جب سلطان کواس کی اطلاع ہوئی کہ ایک درویش نے اسکےظلم یعنی بیگار لینے کےخلاف آواز اٹھائی۔تواس نے زین الدینؒ

[1] تذکرہ اولیاء کشمیر۔[2] عشمقام گاؤں کشمیر کے مشہورسیاحتی جگہ پہلگام کے راستہ پہ واقع ہے۔[3] تذکرہ اولیاء کشمیر۔

کو ملک بدرکرنے کا حکم دے دیا۔پھر زین الدینؒ کو جلاء وطن کرکے تبت (لداخ) بھیج دیا گیا۔جب زین الدینؒ اپنے رفیق خاص شمس الدین کے ساتھ تبت پہنچ گئے۔تو انہوں نے یہاں تبلیغ دین کا کام بڑی سرگرمی سے شروع کیا۔پھرکچھ عرصہ بعدکشمیرواپس آئے۔[1]

تبت سے واپس آنے کے بعدآپؒ نے پھرعشمقام ہی کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔اور علاقہ بھر کے لوگوں کوصدیوں پرانے اوہام پرستی سے نکال کرحق پرست بنایا۔ یہاں آپؒ کی خدمت میں دوردراز مقامات سےلوگ آکرراہِ ہدایت پاتے رہے۔اورعلم وعرفان سے آراستہ ہوتے رہے۔ان میں مسلمانوں کے ساتھ غیرمسلم بھی تھے۔

بابالدرہ مل ایک بااثر ہندوتھا۔وہ حضرت زین الدینؒ کی دعوت وتبلیغ سے مشرف بہ اسلام ہوگیا۔پھرحضرت زین الدینؒ کی تعلیم وتربیت اوراپنی محنت سے اعلیٰ پایہ کے بزرگ اورمبلغ بن گئے۔جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے تین سو ساٹھ مرید تھے۔جن کی وہ تربیت کرتے تھے۔انہوں نے اپنے ریشی سنٹر میں چارسو عابدوں کوکھیتی باڑی پرلگایا تھا۔اس سے جو ہزاروں من غلہ پیداہوتا تو اس سے وہ غریبوں اورمحتاجوں کے لئےلنگرخانے کھولتے تھے۔اس کے ساتھ وہ پُر جوش داعی دین تھے۔ایک باروہ اوترمچھی پورہ ضلع کپوارہ کے ایک گاؤں میں تھے وہاں کے بڑے مندرکا مجاوران کے ذریعہ سے کفروشرک کوچھوڑکر دائرہ اسلام میں داخل ہوگیا۔[2]

حضرت شکورالدین حضرت زین الدینؒ کے خلیفہ خاص تھے۔وہ حضرت زین الدینؒ کی صحبت میں آنے سے پہلے ایک مالدارآدمی تھا۔اسے قرآن کی تلاوت

[1] تذکرہ اولیاء کشمیر۔[2] ایضاً

سے خاصا شغف تھا۔ جب وہ زین الدینؒ کی خدمت میں آیا تو تعلیم و تربیت پا کر علاقہ بانڈی پورہ اور زینہ گیر کی طرف تبلیغ واصلاح کے لئے بھیج دیا گیا۔[1] وہاں انہوں نے کئی لوگوں کو دین حق سے آشنا کر کے راہِ ہدایت دکھادی۔

بابا پیام الدینؒ بھی حضرت زین الدینؒ کے ہی تربیت یافتہ بزرگ تھے۔ پیام الدینؒ علاقہ لار کے ایک بہت بڑے دولت مند اور بڑے صاحبِ عزت آدمی تھے۔ انہیں بڈشاہی حکومت تک خاصی رسائی حاصل تھی۔ بڑے عہدے پر فائز تھے۔[2] جب انہیں اس دنیا کی حقیقت سمجھ میں آئی تو حضرت زین الدینؒ کی خدمت میں آکر ہدایت پائی۔ کیونکہ اس وقت زین الدینؒ ہی ریشی تحریک کے قائد تھے۔[3] پھر زین الدینؒ نے انہیں پرگنہ بانگل کے رنبوہ نامی گاؤں موجودِ تحصیل ٹنگمرگ میں دعوت دین کی خاطر بھیج دیا۔[4]

حضرت زین الدینؒ کے ذریعہ سے ہندوں کا ایک مشہور برہمن درہ سادھو نام کا مسلمان ہوا اور دریادین کے نام سے مشہور ہوا۔

حضرت زین الدینؒ کے دیگر تربیت یافتہ رفقاء کرام میں حنیف الدین، حنیف منیگامی، وترٹھاکور اور مبارک ریشی قابل ذکر ہیں۔[5]

بابا لطیف الدینؒ

بابا لطیف الدینؒ کشتواڑ کے راج کمار تھے۔ ان کا اصل نام لدی رینہ تھا۔ حضرت شیخ العالمؒ جن دنوں مختہ پکھری سرینگر میں قیام پذیر تھے۔ وہ انہیں دنوں کشمیر آئے اور حضرت کی خدمت میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ (جس کی تفصیل اوپر آئی ہے) پھر حضرت شیخؒ نے انہیں کچھ سال اپنی تربیت میں رکھا۔ اور انہوں

۱ صیفہ نور۔ ۲ تذکرہ اولیاء کشمیر۔ ۳ صیفہ نور۔ ۴ ایضاً۔ ۵ ایضاً

نے تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے ساتھ اپنے مرشد کے ساتھ کشمیر کے کئی علاقوں اور قصبہ جات کی سیر و سیاحت کی پھر شیخؒ نے انہیں ہونچی پورہ بیرو کے قیام کے دوران دودھ پکھری میں تبلیغ دین کیلئے مامور کیا۔ یہاں انہوں نے اشاعتِ اسلام کے ساتھ ایک مسجد بھی تعمیر کی۔[1] بعد میں شیخؒ نے یہاں پیر باز جو رازون بڈگام کا رہنے والا تھا۔ اور شیخؒ شریف اشوار کو بھیج دیا۔ اور مدت تک یہ تینوں بزرگ تبلیغ کرتے رہے۔ پھر لطیف الدینؒ نے شیخ العالمؒ کے حکم سے یہاں پیر باز کو رکھا اور شیخ اشوار کو ڈانگر پورہ چاڈورہ بھیج دیا۔ اور خود وترہیل بڈگام گئے جہاں پہلے ہی تاج الدینؒ حضرت شیخ العالمؒ کے رفیق خاص موجود تھے۔ یہاں ان دونوں مبلغین نے ایک مسجد تعمیر کی اور بہت سے لوگوں کی تربیت کی۔ جن میں بابالدی گنائی قابل ذکر ہیں[2]۔ پھر لطیف الدینؒ کو حضرت نے پوشکر تحصیل کھاگ میں دعوتِ دین کی خاطر مامور کیا[3]۔ یہاں آپؒ نے بڑی تن دہی سے اشاعتِ اسلام کا کام شروع کیا۔ اور علاقہ کے مختلف لوگوں کو علم و عرفان سے فیض یاب کیا۔ کئی جگہوں پر ریشی تحریک کے ذیلی مراکز قائم کئے۔ جن میں لولہ پورہ، بدرکوٹ پرگنہ بانگل (ٹنگمرگ) قابلِ ذکر ہے[4]۔ آخرکار پوشکر میں ہی وفات پا کر ابدی نیند سو گئے۔[5]

بابا نصر الدینؒ

حضرت بابا نصر الدینؒ بھی حضرت شیخ نور الدینؒ کے اہم خلفاء میں سے تھے۔ حضرت شیخؒ کے ذکر میں ہم نے پڑھ لیا کہ حضرت نصر الدینؒ ایک دولت مند گھرانے کے چشم چراغ تھے اور وہ نوجوانی ہی میں حضرت شیخؒ کی صحبت میں آکر مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ پھر وہ حضرت شیخؒ کی وفات تک ان کے ساتھ رہے۔ ان کے ہر غم و خوشی

۱ تذکرہ اولیاء کشمیر۔ ۲ صیفہ نور۔ ۳ تذکرہ اولیاء کشمیر۔ ۴ صیفہ نور۔ ۵ تذکرہ اولیاء کشمیر۔

میں شریک رہے۔حضرت شیخؒ نے جو کشمیر کے مختلف علاقوں،قصبہ جات کی سالہاسال سیر وسیاحت کی،نصرالدینؒ ان سفروں میں آپؒ کے ساتھ تھے۔حضرت شیخؒ نے نصرالدؒین کولنگر خانے کامنتظم بنایاتھا۔اوروہ حضرت شیخ ؒ کے ساتھ دیگر بزرگوں کی دل وجان سے خدمت کرتے تھے۔انہیں حضرت شیخؒ سے والہانہ محبت اورشیخؒ کوبھی ان سے گہراتعلق اور بڑی الفت تھی۔جس کااندازہ ہمیں اس بات سے ہوتاہے کہ شیخؒ نے اپنے شاعرانہ کلام میں بار بارانہیں کومخاطب کرکے رموزواسرار اور بے مثال نصائح بیان کئے۔

حضرت شیخ ؒ کے انتقال کے بعدحضرت نصرالدینؒ ہی چرارشریف کے ریشی مرکز کے سربراہ بنے۔اورکئی لوگوں کی تربیت کی جولوگ آپؒ سے فیض پاکرآسمانِ عرفان کے تارے بن گئے وہ یہ ہیں:

ملک جوگی رینہ،ژوگی ریشی،حاجی لولی ریشی،ریپوریشی،جوہرالدین ریشی۔[1]

ملک جوگی رینہ سلطان زین العابدین کے سپہ سالار ہمت رینہ کے چچیرے بھائی تھے۔خودبھی وہ بڈشاہ کی حکومت میں ایک اعلیٰ منصب پر فائز تھے۔[2]جب وہ نصرالدینؒ کی صحبت میں آئے توانہوں نے ان کی تربیت کی اورحکم دیا کہ وہ اپنے سرکاری منصب کو نہ چھوڑے۔مگر جب نصرالدین کی وفات ہوئی تو وہ سرکاری عہدے کوچھوڑکرکھیتی باڑی کرنے لگے[3]۔اسی طرح ژوگی ریشی بھی زمینداری کرتے تھے[4]۔

☆☆☆

---

[1] تذکرہ اولیاءکشمیر۔ [2] صحیفہ نور۔ [3] ایضاً۔ [4] ایضاً۔

شاعراورشاعری قرآن کی نظر میں

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اورنظام زندگی ہے۔اس میں نوعِ انسانی کے جملہ مسائل کاحل موجودہے۔یہ جہاں انسان کے ہرشعبہ زندگی اور ہرمعاملے میں رہنمائی کرتاہے۔وہی یہ شعروادب کے اصول وقواعداورمقاصدواضح کرتاہے۔

خدائے تعالیٰ کاارشادہے:

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ oاَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ oوَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَالَايَفْعَلُوْنَ oاِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْ بَعْدِمَاظُلِمُوْا ط (شعراء۔224-227)

''شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ ہی کرتے ہیں۔کیاتم دیکھتے نہیں کہ وہ خیالوں کی ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں اورایسی باتیں کہتے ہیں جوکرتے نہیں۔ بغیران لوگوں کے جوایمان لائے اورنیک اعمال کئے اوراللہ کوبکثرت یادکرتے رہے اور جب ان پرظلم کیاگیاتوصرف بدلہ لے لیا''۔

یہاں ان شاعروں کی شعر گوئی کی مذمت کی گئی جو خیالات کی مختلف وادیوں میں بھٹک کر انسانی اور اسلامی حدود کو تجاوُز کرتے ہیں۔ جو جی میں آتا ہے اس کو شاعرانہ لباس پہنا کر کہہ ڈالتے ہیں۔ جس میں وہ حق و باطل اور جائز و ناجائز کا خیال نہیں رکھتے۔ ان کے قول و فعل میں نمایاں تضاد ہے۔ جو کچھ کہتے ہیں اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ حقیقت میں ان کی زندگی کا نہ کوئی مقصد و نصب العین ہے اور نہ وہ کسی اصول کے پابند ہیں۔

البتہ ان شعراء کو اس عام مذمت سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔ جن میں مندرجہ ذیل چار اوصاف موجود ہوں۔

اول یہ کہ وہ ایمان والے ہوں، یعنی اللہ اور اسکے رسولؐ اور اسکی کتابوں کو سچے دل سے مانتے ہوں اور آخرت پر کامل یقین رکھتے ہوں۔

دوم یہ کہ اپنی عملی زندگی میں صالح ہوں، بدکار و بدکردار اور فاسق و فاجر نہ ہوں۔

سوم یہ ہے کہ اللہ کو بکثرت یاد کرتے ہوں۔ اپنے عام حالات اور اوقات میں بھی اور اپنے کلام میں بھی۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ذاتی زندگی میں زاہد و متقی نظر آتے ہوں۔ اور ان کا شاعرانہ کلام اس کے برعکس ہو اور یہ بھی نہ ہو کہ شاعری میں علم و دانائی اور حکمت و معرفت کی باتیں کہتے ہوں اور انفرادی زندگی اس سے کوسو دور ہو۔

چہارم یہ ہے کہ جو کچھ کہیں حق کہیں، اور حق و صداقت کی مدد و معاونت میں کہیں، ظالموں کے مقابلہ میں حق کی حمایت کے لئے شعر گوئی کرے۔ یہ نہ ہو کہ اپنی ذاتی اغراض اور اپنی قوم و وطن کے لئے دوسروں کی ہجو کرے۔ اور جس سے انتقام گیری کی آگ بھڑک اٹھیں۔

☆☆☆

حضرت شیخؒ کی شاعری پر ایک نظر

حضرت شیخ العالمؒ ایک عظیم داعی، بے مثال قائد، ممتاز مفکر اور عارف کامل ہونے کے ساتھ ایک قابل اور لائق و فائق شاعر بھی تھے۔ ان کی شاعری محض شعر و ادب کی خاطر اور عبث وقت گزاری کے لئے نہ تھی۔ حقیقت یہ ہے وہ اسلام کے مقرر کردہ اصول و قواعد کا زندگی کے ہر شعبہ میں پابند تھے۔ اسلئے ان کی شاعری کے پیچھے ایک عظیم مقصد اور نصب العین کارفرما تھا۔ ان کی شعر گوئی اسی مقصد و نصب العین کے اردگرد گومتی ہے۔ وہ ایک نظریاتی، فکری اور پیغامی شاعر تھے۔ چونکہ ان کے فکر و عمل کا ماخذ قرآن و سنت تھا۔ اسلئے ان کا ہر شعر اور مصرعہ کسی نا کسی قرآنی آیت یا حدیث رسولؐ کا ترجمہ یا تشریح پر مشتمل ہے۔ اس لئے ان کے کلام کو عام کشمیری ''کاشُر قرآن'' کہتا ہے۔

حضرت شیخؒ کی زندگی کا نصب العین اشاعتِ اسلام، دینِ حق کی سربلندی اور خلقِ خدا کی اصلاح تھا۔ اسلئے آپؒ نے اپنے شاعرانہ کلام کو دعوتِ حق، تبلیغ دین اور اصلاح کے لئے ایک اہم ذریعہ بنایا۔ یہی وجہ ہے جب ہم آپؒ کے کلام

کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں آپؒ حق وصداقت قبول کر کے اس پر عمل پیرا ہونے ،غیر اسلامی افکار ونظریات کو چھوڑ کر قرآنی افکار وعقائد قبول کرنے،علم وعرفان حاصل کر کے عمل صالح کرنے،ذات پات،رنگ وخوں اور قوم ووطن کے امتیازات سے بالاتر ہوکر انسانی اور اسلامی بنیادوں پر عالمگیر بھائی چارہ قائم کرنے، انفرادی خیروفلاح کے بجائے انسان کی اجتماعی فلاح وترقی اور امن وسکون کی خاطر سعی وجہد کرنے،اس عارضی زندگی میں آخرت کی ابدی زندگی حاصل کرنے کے لئے سرگرم عمل ہونے،فحاشیت ،عریانیت،بے حیائی اور اخلاقی بے راہ روی چھوڑ کر شرم وحیاء، پاکدامنی اور پاکیزگی کا دامن پکڑنے کی دعوت دیتے ہیں۔غرض آپؒ کے منظوم کلام کا موضوع ہی دعوت وتبلیغ اور پیغام حق کی ترویج واشاعت ہے۔

حضرت شیخؒ کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ کو اپنے زمانے کے سیاسی، سماجی،تہذیبی،تمدنی،انفرادی اور اجتماعی اور مذہبی حالات وواقعات پر گہری نظر تھی۔ جب بھی آپؒ معاشرہ میں کسی بدی یا بُرائی کو سر نکالتی دیکھتے تو آپؒ اسکے خلاف اپنی زبان کھولتے اور لوگوں کو اس کی اصلیت سے باخبر کرتے ہوئے اس سے بچنے کی تاکید وتلقین کرتے تھے۔اگرچہ بعض اوقات ان برائیوں میں عام لوگوں کے ساتھ امراء ووزراء اور علماء وصوفیاء بھی گرفتار ہوتے تھے۔تو آپؒ بغیر خوف وخطر حق بات کہتے تھے۔ہم دیکھتے ہیں کہ آپؒ نے اپنے کلام میں نفس پرست عالموں، بے عمل واعظوں گمراہ دانشوروں،دھوکہ باز صوفیوں،دنیا پرست دولتمندوں اور جاہ پسند حاکموں کے طرزِ عمل کی تنقید کرتے ہوئے انہیں بار بار حق وصداقت قبول کر کے راہِ راست پر چلنے کی ہدایت کی۔

حضرت شیخؒ کے کلام کے مطالعہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ وعظ وتبلیغ

اور دعوت کے سلسلے میں آپؒ کی زبان عام فہم ،سادہ اور سلیس تھی۔آپؒ روزمرہ استعارات ،تشبیہات اور تمثیلات کا سہارا لیکر اپنی بات سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔آپؒ مختصر الفاظ میں ایک جامع حقیقت سمجھاتے ہیں۔آپؒ لوگوں سے بڑی ہمدردانہ اور مشفقانہ انداز میں بات کرتے ہیں۔انہیں نصیحت کرتے وقت ان کے مقام ومنصب اور مزاج وماحول کا خیال رکھتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ آپؒ کا کلام عام وخاص میں جلد ہی شرفِ قبولیت حاصل کر گیا۔علماء وامراء کے ساتھ عام کشمیری کے حفظ وفہم میں محفوظ ہوگیا۔اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپؒ کے انتقال کے بعد ہی بڈشاہی دربار کے مشہور عالم وفاضل اور شاعر ومصنف ملا احمد نے اس کی شرح لکھ ڈالی۔ [1]

کشمیر کی تاریخ دعوت وتبلیغ میں حضرت شیخؒ کے کلام نے ایک اہم رول ادا کیا۔یہ نہ صرف آپؒ کی حیاتِ مبارکہ میں عام وخاص کی ہدایت کا باعث بنا، حقیقت یہ ہے کہ آپؒ کی وفات کے بعد بھی بیشمار لوگ گمراہی اور توہم پرستی کی اندھیروں سے نکل کر حق وصداقت اور حکمت ومعرفت کے نور سے منور ہوگئے۔

حضرت شیخؒ کی دعوتی کارناموں ،تبلیغی کاوشوں اور اصلاحی سرگرمیوں میں آپ کے کلام کا ایک اہم حصہ ہے۔اسلئے یہاں ہم آپ کے کلام کا جائزہ تفصیل کے ساتھ دعوت وتبلیغ کے حوالے سے لینگے۔کیونکہ آپؒ کی تحریک دعوت کو کامیاب کرنے میں آپؒ کے کلام کا ایک اہم رول ہے۔

☆☆☆

---

[1] تاریخ بڈشاہی۔

حضرت شیخؒ کی دعوت

حضرت شیخ العالمؒ کی دعوت خالص اسلامی دعوت تھی۔ یہ خیال غلط اور بے بنیاد ہے کہ آپؒ کی دعوت میں شوازم، بدھ مت، جین مت اور رہبانیت جیسے غیر اسلامی نظریات وافکار کی امیزش تھی۔ اگرچہ ابتدائی ایام میں آپؒ نے ترکِ دنیا کرکے غارنشینی اور فاقہ کشی کو اہمیت دی۔ لیکن بعد میں آپؒ نے اس طرزِ عمل اور طریقہ زندگی کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا۔ اور اس غیر اسلامی طرزِ عمل کی بھرپور تنقید کرکے اسلامی اعمال وعبادات کی ادائیگی پر زور دیا۔

آپؒ کی دعوت اسلام اور دیگر مذاہب کے درمیان ہم آہنگی کی روادار نہ تھی۔ اور نہ آپؒ کو شرکت حق وباطل قبول تھی۔ اس طرزِ فکر کی آپؒ بڑی سختی کے ساتھ مخالفت کرتے تھے۔ مسلمانوں کو غیر اسلامی اعمال وعبادات سے منع کرکے انہیں دینی احکام کی طرف راغب کرتے تھے۔ فرماتے ہیں ؎

ہا رِندو ہیندٕن ہنٛز کامہِ تراو تو تراو تو پزٲو تو حقہٕ ہنٛز وَتھ

''اے مسلمان! ہندوں اور غیر اسلامی اعمال وعبادت کو چھوڑ دو اور اسلام میں پوری طرح داخل ہوکر صراط المستقیم پر گامزن ہوجاؤ''۔

مسلمان یم ہندیُت پکن شکن کیٲہ کرن کیٲہ کرن بوے
یقین چھُکھ کفرک مسلمأنی تھبکن سینہٕ چھُکھ نہٕ صاف چھکھ بدخوے
گُہہِ یم لِون تہٕ نعمۂ چھکن[1] تم قیامۂ دوہہ وتھن سیاہ روے

[1] اشارہ ہے ہندو کے اس غیر اسلامی خیال کی طرف جو وہ گائے کے متعلق رکھتے ہیں۔ وہ گائے پرستی میں مبتلا ہوکر اس کا گوشت نہیں کھاتے اور اس کے گوبر سے اپنے مکانوں کی لپائی کرتے تھے۔

''اے مسلمان! خبردار تم میں سے جو لوگ قبول اسلام کے بعد بھی ہندوانہ افکار وعبادات سے چمٹے رہیں گے۔ ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے اور وہ شکوک وشبہات میں مبتلا ہیں۔ اصل میں ان کے دلوں میں کفر بسا ہے اور قبولِ اسلام کا دعویٰ محض دعویٰ ہے۔ ان کے سینے صاف نہیں ہے بلکہ وہ اسلام کے خلاف ہیں۔ دیکھو! مسلمان ہونے کے بعد بھی جو لوگ گوبر سے لپائی کرتے رہیں اور نعمتیں پھینکتے رہیں وہ قیامت کے دن اس طرح اٹھائے جائینگے کہ اُن کے چہرے سیاہ ہونگے''۔

اس طرح حضرت شیخؒ مسلمانوں کو متنبہ کرتے ہیں کہ جو آدمی قبولِ اسلام کے بعد بھی غیر اسلامی طریقہ اختیار کرتا ہے وہ عنداللہ حقیقی مومن نہیں۔ اس کا حشر آخرت میں منافقوں اور کافروں جیسا ہوگا۔ نیز یہ اشعار ان لوگوں کے خیالات کو یکسر رد کرتے ہیں جو کہتے ہے کہ شیخ العالمؒ اسلام کے بغیر بھی کسی نظریہ سے متاثر تھے۔

مسلمان یُس ہندیُت پأٲلی کر آتھ بدی خصم رنی اکھ
تیل تراٗوِتھ لُشٕ یُس زأٲلی تس کالیس کزل اتھن پھکھ
اکھ خور ووخلی بیٲکھ ناوِ وأٲلی پشس آسہِ ژکہِ وانہٕ ژکھ

ایمان والو! ''جو لوگ قبول اسلام کے بعد غیر اسلامی نظریات کے عملی زندگی میں ترجمان ہوں ان کی مثال اس بدقماش عورت کی سی ہے جس کے لا تعداد خاوند ہوں۔ اُس بیوقوف آدمی کی سی ہے جو تیل کی موجودگی میں لشی (کثیف دھویں والی بدبودار فوراً جلنے والی لکڑی) جلاکر اپنے سر اور لباس وبدن کو کالک آلود کرے اور اپنے ہاتھوں کو سخت بدبودار بنادے۔

اُس پاگل آدمی کی سی ہے جو ایک پاؤں سے زمین پر چلے اور دوسرا کشتی میں ڈالے رکھے۔

دراصل ایسے لوگ نرے حیوان ہیں خاص کر وہ چوپائے جن کی آنکھوں پر پردہ ڈال کر کولہوں کھینچنے میں لگادیا جاتا ہے۔اور جو کچھ نہیں کرسکتے سوائے غصہ میں اپنے ہی دانت بھینچتے رہ جاتے ہیں''۔

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخؒ کے زمانے میں بعض مسلمان کچھ معاملات اوراعمال میں غیراسلامی اورکافرانہ طریقہ زندگی اورطرزِعمل اختیار کئے ہوئے تھے۔جس کو دیکھ کرحضرت شیخؒ نے ان کی اصلاح کرنے کی کوشش کی اوران کوقرآن وسنت کی مکمل اطاعت وپیروی کرنے کی تاکید وتلقین کی۔ساتھ میں ان کے اس غیر اسلامی طرزِ زندگی کی کھل کرمخالفت کی اوردنیوی اوراُخروی نقصان و خسارہ سے انہیں باخبرکیا۔جس کے نتیجہ میں کئی لوگ اسلام کی تعلیمات واحکام کے مطابق زندگی گزارنے لگےاورسعادتِ دارین حاصل کرگئے۔

توحیدورسالت

کشمیرمیں اسلام سے پہلے ہندومت اوربودھ مذہب رائج تھا۔ان مذاہب کے ماننے والے ہزاروں دیوی،دیوتا،ندی،نالہ،حجروشجراور بتوں کی پوجااورپرستش کرتے تھے۔شرک،بت پرستی اورتوہم پرستی ان کے رگ رگ میں صدیوں سے بس چکی تھی۔جب حضرت بلبل شاہؒ کے ذریعہ سے یہاں اسلام کی بنیاد پڑی تو جولوگ مشرف بہ اسلام ہوئے ان میں بھی بعض لوگ مندروں اوربتکدوں میں جاتے اور بت پرستی بڑے مزے سے کرتے تھے۔توحیدِ باری تعالیٰ کا صحیح تصوران کے قلوب واذہان میں ابھی پیدانہ ہواتھا۔پھرجب حضرت امیرکبیرؒ یہاں وارد ہوئے توانہوں نے کفروشرک اور بت پرستی کے خلاف اعلانِ جنگ کیا۔اللہ تعالیٰ

کی توحیدوربوبیت کی حقیقت واہمیت،مطالبوں وتقاضوں اورخوبیوں اورفائدوں سے اہلِ کشمیرکو باخبرکیا۔(جیسا کہ اورادِفتحیہ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے)جس کے نتیجہ میں کشمیریوں کی ایک بڑی تعداد توحیدباری کی حقیقت سمجھ کر بت پرستی اوراس طرح کی دوسری قسموں کے شرک وکفرسے بازآئی۔مگراس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کفروشرک ہرلحاظ سے مٹ چکااورتوحیدواسلام ہرجگہ اورمسلمانوں کے ہر شعبہ زندگی میں غالب آچکا تھا۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ صدیوں سے بگڑی ہوئی قوم کو چندسالوں میں بدل دینا آسان نہیں۔اوریہ بات بھی یادرکھ لینی چاہئے کہ حضرت امیرکبیرؒ کے بعدبھی یعنی حضرت شیخؒ کے زمانے میں بھی یہاں ایک بڑی تعداد غیرمسلموں کی موجودتھی۔ جو بت پرستی اورشرک وکفرکواپنامذہب اوردھرم سمجھتے تھے۔ان حالات میں حضرت شیخؒ نے مسلمانوں کے ساتھ غیرمسلموں کوبھی توحید کی حقیقت سمجھنے کی طرف دعوت دی۔ چونکہ حضرت شیخ العالمؒ کی دعوت کا بنیادی اوراہم اصول توحید تھا۔اسلئے انہوں نے زندگی بھر بندگانِ خداکو خدائے واحدکی توحید والوہیت اور ربوبیت ووحدانیت کی طرف بلایا۔اورہرقسم کے کفروشرک اورالحادکی مختلف طریقوں سے مخالفت کی۔آپؒ کی جماعت میں شمولیت کے لئے پہلی اور بنیادی شرط اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار اورہرقسم کے کفروشرک اوربت پرستی سے انکارتھا۔

آپؒ اپنے کلام میں مختلف اسلوب سے ایک سامع اورمدعوکو اللہ تعالیٰ کی توحیدو وحدانیت ،الوہیت وربوبیت کاراسخ تصورپیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔اس پرآپ بڑے زوردارواورواضح دلائل دیتے ہیں۔

سُے اوس تے سُے آسی سُے سُے کُرزِ ہا زُوو

سُے سأری اندیشہ کاسے ہا زُدو پالیس پتو

''وہی تھا جب کچھ بھی نہ تھا۔وہی ہے اور وہی رہے گا۔جب سب کچھ فنا ہو کر رہے گا۔اس لئے میری جان تمہیں اُسی کا بن کر رہنا چاہئے تھا۔وہی تمہارے اندیشے دور کرسکتا ہے۔خبردار اب بھی ہوش میں آ اور اپنے سود وزیاں کے بارے میں سوچ''۔

کُنبر ہَے بوزَکھ کُنہِ نو روزکھ أمِ کُنزن کوتاہ دیُت جلاو

عقل تے فکر تور کوّت سوزکھ کأنسہِ نباہ ہیوٗک چیتھ سُہ دریاو

''اللہ کی وحدانیت تسلیم کرنے سے تمہارا اپنا علیٰحدہ وجود گم ہوجائے گا۔کیونکہ وحدت کثرت میں اس قدر نمایاں ہے کہ اس بارے میں تیرا تدبر کرنا بے سود ہے آج تک کوئی بھی اس طرح خدا کو سمجھنے میں کامیاب نہ ہوسکا''۔

خداے چھُ اکُے ناو چھِس لچھا ذکرِ رؤس اکھ کچھا مو

عمر وبندن اکُے پچھا رزقہِ رؤس اکھ مُچھا مو

''خدا ایک ہے اگرچہ اسکے لاکھوں نام ہیں۔اس کے ذکر سے غافل یہاں گھاس کا ایک تنکا بھی نہیں۔زندگی کو نہایت مختصر خیال کرو اور یاد رکھو رزق کے بغیر یہاں ایک مکھی بھی نہیں''۔

اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے اور سمجھانے کے ساتھ حضرت شیخ ؒ اس کی عبادت واطاعت کرنے کی تاکید وتلقین بھی کرتے ہیں ؎

سرتن خداے گار تُہنزِ وتے بیتہِ مالہِ روزان نیک و بد کتھ

''اللہ کو پہچان اور ان کی رضامندی کے راستوں کو ڈھونڈھ یہاں ہر انسان اپنے پیچھے نیک یا بد کی ایک کہانی چھوڑ جاتا ہے''۔

یہِ کیٹرُھا خداین تہِ رسولنؐ دوٚپُے تہِ تیٚکہ پول تہِ سُہ ژاو گربندے

''جو کچھ اللہ اور اس کے رسولؐ کا فرمان ہے۔اس پر جس نے بھی خلوص دل کے

ساتھ عمل کیا وہی مقبول بارگاہ ہے''۔

توحید باری کی حقیقت واہمیت بیان کرنے کے ساتھ آپ ؒ ہر قسم کے شرک وکفر کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے سامعین کو اس کے نقصانات سے آگاہ کرتے ہیں ؎

دے مو دیو مکھے آسی پھل مو آسی ار خلبن

''اللہ تعالیٰ دیو (یعنی بت کی) صورت میں نہیں ہوسکتا۔زقوم کے درختوں پر پھل نہیں لگتا''۔

حضرت شیخؒ انسان کو توحید کے ساتھ ساتھ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی حقیقت واہمیت اور ضرورت سے بھی باخبر کرتے ہیں۔آپ ؒ رسول رحمتؐ پر ایمان لانے کے بعد مسلمانوں کو آپؐ کی مکمل اطاعت وپیروی کرنے پر زور دیتے ہیں۔آپ ؒ چاہتے ہیں کہ ہر معاملے اور زندگی کے ہر شعبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی قیادت اور رہبری قبول کی جائے۔آپ ؒ فرماتے ہیں ؎

محمد تہِ ژور یار بر حق گُنزرُکھ تمن نِش اَندنَے دُنیہٕکو نیاے

جان تہِ پان یوٚ دتمن پتھ بنزرکھ سوے چھے تور کرٕ بُڈ رہکاے

''حضرت محمد اور چار یار باصفا کو معیارِ حق تسلیم کرے۔ان کے پاس تمہارے تمام تر دنیائی مسائل حل ہونگے۔ان کی اطاعت اور اتباع میں جب تم اُن پر اپنے جان وتن کو فدا کروگے تو یہ تمہارے لئے آخرت کی سب سے بڑی کھیتی ہے''۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

پأرٕی پأرٕی لگوٚ زِ ہے تس پیغمبرس لیس سِندِس دورس رحمت چھ جأری

''تمہیں اس پیغمبر پر فدا ہونا چاہئے جس کا دور سراپا رحمت ہی رحمت ہے''۔

☆☆☆

مذمت دنیا اور فکر آخرت

اکثر انسان دنیا کی ظاہری رونق وزینت ،عارضی جاہ وحشمت ،فانی عیش و عشرت اور مال و دولت دیکھ کر دھوکہ کھاتے ہیں۔اور اپنی آخرت کی زندگی کو برباد کرتے ہیں۔

چونکہ حضرت شیخ ؒ ایک بڑے ولی اللہ ،خداترس بزرگ اور دنیاوآخرت کی حقیقت سے باخبر تھے۔اسلئے انہوں نے اپنے زمانے کے دنیا پرست لوگوں ،عارضی جاہ وحشمت اور مال وزر پر مرمٹنے والوں کو دنیا کی حقیقت سمجھائی۔بار بار انہیں مختلف طریقوں اور مثالوں سے یہ حقیقت واضح کرنے کی کوششیں کیں۔ان کے سامنے قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنے شاعرانہ کلام کی صورت میں حیاتِ دنیا،موت وقبر،عالمِ برزخ،مناظر قیامت،حشرونشر اور احوال جنت ودوذخ کی حقیقت بیان کی۔تاکہ لہوولعب میں غافل اور آخرت کی زندگی سے ناواقف لوگ دنیاپرستی کو چھوڑ کر آخرت پسند بن جائے۔چونکہ آپ ؒ کے کلام میں اس موضوع پر پانچ دس اشعار نہیں بلکہ سینکڑوں اشعار موجود ہیں۔لہٰذا ان سب کا یہاں درج کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔اسلئے یہاں ہم چند اشعار کو درج کرینگے۔ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

مو کانچھ شُرک مُرک تہٕ گبر　　مو بر گُمانہٕ بہٕ چھُس دُنیاہ دار
کالُک ہوش تھکی تر پہٕ رٕنہٕ پٕنے زبر　　اِ شُرک مُرک تہٕ گبر گنڈنے لار

''اپنے بیٹوں اور اولاد پر نازمت کر اور نہ یہ گُمان کر کہ میں دنیا دار اور صاحبِ مال ہوں۔یاد رکھ عنقریب وہ دن آئے گا جب تمہارے ہوش اڑ جائینگے اور یہی تمہارے

بیٹے اور اولاد تمہیں تمہارے مکان سے جلدی خالی نکالینگے''۔

خانن ہٕندبن روہٕ خانن　　جانن دپان یپأرک گڑھ
سوندرہ ڈٹچھم ہُرک نہ ناون　　ژٕ مرِیو ستمن ڈُوان لڑھ
تتہٕ از ڈٹھم کپس وٕناون　　نصر بابہ مےٚ وُچھ ژٕ وُچھنہٕ گڑھ

میرے بھائی نصرالدین ؒ:''تم نے ان دنیاپرستوں کے پرشکوہ دیوان خانوں اور ان میں بسنے والے انسانوں کا حال کبھی دیکھا ہے جن پر کبھی نیکوکاروں کا سایہ تک پڑنے نہیں دیا جاتا۔سنو ایسی ایک عمارت اور اسکے مکینوں کی کہانی تمہیں سناتا ہوں،جس میں خوبصورت لڑکیوں کے میٹھے سروں میں گیت باہر سنائی دیتے تھے۔اور جن میں غافل اور مست ہوکر جوانیاں نافرمانیوں کا رقص کررہی ہوتی تھیں۔آج ایک مدت کے بعد میں وہاں سے گذرا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے اس عمارت کا کہیں نام ونشان تک نہیں دیکھا۔اس کی تہہ زمین پر کپاس کے بیج بوئے جارہے تھے۔میں نے خدا کے نافرمانوں کا حشر دیکھ لیا۔اب تم جاؤ اور دیکھ کے آؤ''۔

دنیا رَن گلن چھی دار بن تہٕ بامن　　یژمو دُنیچ کامن بر
سنز کران چھُکھنہٕ اصلگ سامن　　بگی صجنس تہٕ شامن سَر
کھوژان کونہٕ چھُکھ تورِ چن پامن　　یُتھنو گڑھی دامن تر

''تمہارے جائز و ناجائز طریقوں سے کمائے ہوئے مال کے یہ بہت سارے ڈھیر۔تمہاری فلک بوس عمارتوں کی تعمیر پر فنا ہوگئے اور اس سے تمہیں کیا ملے گا۔جبکہ تمہاری حیثیت یہاں ایک مسافر کی سی ہے۔لہٰذا اس قدر والہانہ حد تک دنیا سے وابستہ نہ ہوجاؤ ذرا بتاؤ۔

تم کیوں آخرت کی فکر اور کوئی سامان جمع نہیں کررہے ہو،اٹھو اور اپنے صبح اور شام اپنے ربّ کی بندگی میں گذارو۔تم روز جزا کے لعن وطعن سے خوفزدہ کیوں نہیں

خبردار! کمال احتیاط سے کام لواور اپنے دامن کو تر ہونے سے بچالو"۔

اَپزِس دُنیہس مو بر یژھ تے بزوٹھ چھے ترِ تہٕ کٹھی شون وار

"فنا ہونے والی دنیا پر بھروسہ مت کر۔آگے چل کر تھرتھرا دینے والی فضا کے بغیر اور کچھ نہیں"۔

حضرت شیخؒ دنیااوردنیا پرستی کی مذمت کرکے اسکی عارضی اورفانی ہونے پر مختلف دلائل پیش کرتے ہیں۔اوراسکے برعکس آخرت کی دائمی زندگی کی حقیقت اجاگر کرتے تاکہ سامع کے ذہن میں آخرت کا کامل یقین پیداہواوروہ دنیا پرستی کوچھوڑکر آخرت کی فلاح وکامیابی کی طرف راغب ہو۔اسکے لئے آپؒ انسان کے سامنے آخرت کے مختلف مراحل،حساب و کتاب،میزان وصراط،عذاب اورآرام وانعام کومختلف پیرایوں میں بیان کرتے ہیں تاکہ بندہ آخرت کی فلاح وکامیابی کی خاطر ہمہ وقت کام کرنے کے لئے تیار ہو۔چند اشعار یہاں درج کئے جاتے ہیں ؎

صاحب دوہہ اکہِ دورا کرے کرِ یتھ سمسارس لرِ پار
ستھ زمین آسمان پُرزِ پُرزِ کرے نہ گژھبس پرواہ نہ بیس عار
غاُرس تہٕ زیریں حاُضر کرے دیہ نندن جنّت تہٕ ڈیٹھن نار

" مالک کائنات قیامت کے دن اس کائنات تومسمار کرے گا۔زمین و آسمان کو پرزے پرزے کرے گا۔ایسا کرتے ہوئے وہ نہ لحاظ کرے گا نہ ترس کھائے گا۔ منکرین حق اوراطاعت گذارسب کوآن کی آن میں حاضردربارکرے گا۔پھرنیکوکاروں کو جنت اور گنہگاروں کوجہنم رسید کرے گا"۔

تتہِ کیٰا کرکھ روزِ محشرس بیتہِ خاصن تہٕ عامن آسہِ تلواس
مول پلہِ زِنہِ گبرس تمہِ گٹہِ کارے صٕبر روزِنہِ صاُبرن تم تہِ کھبن تراس

"وہاں روزمحشر میں کیا کروگے ۔جہاں خاص و عام سب سخت خوف زدہ ہونگے۔ جہاں ہولناک مناظر دیکھ کر باپ بیٹے کی کوئی مدد نہ کرسکے گا۔بڑے بڑے صابروں کے قدم ڈگمگائیں گے مارے خوف کے"۔

ہا پانہٕ یمّہ دوہہ دوزخ تاون تتہِ ہا دیہٕ ہم زاس کتھ کیُتھُے
گناہ پنہٕ نی تتہِ پانے مارن تتہِ ہا دیہٕ ہم زاس کتھ کیُتھُے
تمہِ نارِ سوٗر گژھِ کوہن تہٕ بالن بدکارن دار رٔٹھ پکہٕ ناون
نافرمانن افسوس کھیٰاوَن تتہِ ہا دیہٕ ہم زاس کتھ کیُتھُے

اے میری جان!"جس دن جہنم بھڑکا دیا جائے گا۔وہاں چلااٹھوگے کاش میری ماں نے مجھے جنا نہ ہوتا"۔یادرکھ!جہنم کا عذاب ہمیں اپنے گناہوں کی پاداش میں ملے گا۔

جہنم کی ہولناکیاں دیکھ کر چلااٹھوگے"کاش میری ماں نے مجھے نہ جنا ہوتا وہ آگ پہاڑوں اورکوہساروں کوراکھ بنادے گی۔بدکاروں کووہاں داڑھی سے پکڑ کرفرشتے جہنم کی طرف گھسیٹ گھسیٹ کرلے جائینگے۔

نافرمان بندوں کے لئے اُس دن افسوس ہوگا۔وہاں تم چلااٹھوگے"کاش میری ماں نے مجھے جنا نہ ہوتا"۔

یمّہِ دوہہ صاحب تژری دوزخ تمہِ دوہہ تولن پن تہٕ پاپ

"جس دن اللہ تعالیٰ مالک یوم الدین دوزخ کو بڑھکائے گا۔وہی دن ہوگا جس میں میزانِ عدل پر گناہ اورثواب تولے جائینگے"۔

کھوژان کونہٕ چھُکھ تورِ چنن پامن یُتھنو گژھی دامن تر

"تم آخرت کے لعن وطعن اورملامت سے خوفزدہ کیوں نہیں ۔خبردار:کمالِ احتیاط سے کام لواوراپنے دامن کوتر ہونے سے بچالو"۔

اتباعِ قرآن

حضرت شیخ العالمؒ کی دعوت قرآن وحدیث کی اطاعت وپیروی کی طرف تھی۔ جسکی گواہی ہمیں آپ کی زندگی اورمنظوم کلام کے مطالعہ سے ملتی ہے۔جس کاہرایک شعراورمصرعہ قرآن پاک کی کسی نا کسی آیت یا حدیث رسولؐ کا ترجمہ یا تشریح پر مشتمل ہے۔جسکا مشاہدہ ایک قاری آج بھی کرسکتا ہے۔غرض حضرت شیخ ؒ مسلمانانِ کشمیرکوقرآن کے رنگ میں رنگنا چاہتے تھے۔اس لئے آپ کتاب وسنت کی مکمل پیروی اوراطاعت پرخاصا زوردیتے تھے۔فرماتے ہیں ؎

قرآن پران کونو مؤدُکھ　　قرآن پران کونو گوٚے سؤر
قرآن پران زندِ کتھہٕ روٚدُکھ　　قرآن پران دوٚد منصوٚر
قرآن پران کتھہٕ بےغم روٚدُکھ　　یامتھ پھٚری ہتہٕ بٔدی ژوٚر
تمو پوٚ رقرآن یمو شب وروز ودُکھ　　ودان ودان گوکھ أڈجن سؤر

''قرآن پڑھتے ہوئے احکامِ الٰہی کے سامنےتم لاش میں تبدیل کیوں نہ ہوئے؟
قرآن پڑھتے ہوئے تم عشق الٰہی کی آگ سے راکھ کا ڈھیر کیوں نہ ہوئے؟
قرآن پڑھتے ہوئے قرآن کومردہ اوراپنے آپ کوزندہ کیوں سمجھ بیٹھے؟
قرآن پڑھتے ہوئے تومنصورعشق الٰہی کی آگ میں جل گیا۔
قرآن پڑھتے ہوئے توکس طرح بےغم رہایہاں تک کہ تمہارے ذہن کوسینکڑوں غلط اور باطل فلسفوں نے چوری چھپےلوٹ لیا۔
یادرکھ قرآن توان لوگوں نے پڑھاجواس کے احکام پرعمل پیراہونے کے لئے شب وروز اشکبار رہتے تھے۔یہاں تک کہ روتے روتے ان کی ہڈیاں تک چورچور

ہوگئیں۔

گن تھاو حدیثس بٔیہٕ پنج سورن　　دوہہ اکہٕ ننہٕ یو حورن منٛز

''حدیث وقرآن کو ہمیشہ سنتے رہوتا کہ تمہیں حوروں میں لیاجائے گا''۔

دوہ ہے وُچھی زبم حضرت قرآنس　　توٚ کہ گاشر سورٕے پرزی
توٚ ٹھوٚر لگی شیطانس　　کروٚد نو مسلمانس پزی

''قرآن کی تلاوت ہرروز کرنا۔اس کے نورسے سب کچھ روشن ہوگا۔قرآن فہمی شیطان کے آگے رکاوٹ بن جائے گی۔مسلمان کوغصہ ہرگزنہیں کرنا چاہئے۔''

حصول علم

حضرت شیخؒ کے متعلق عام کشمیریوں کا خیال یہی ہے کہ آپؒ انپڑھ تھے۔لیکن آپؒ کی زندگی اورآپؒ کا کلام اس خیال کو باربار جھٹلاتا ہے۔اورواضح کرتا ہے کہ آپؒ کومختلف علوم اورزبانوں پر خاصی دسترس حاصل تھی۔اوراسلام کے ساتھ کئی مذاہب اورنظریوں پرآپؒ کی گہری نظرتھی۔آپؒ کے اورآپؒ کی تحریک کے نزدیک علم کوبڑی اہمیت حاصل تھی۔آپؒ مسلمانانِ کشمیرکوحصول علم پر باربار ابھارتے تھے۔بغیرعلم وواقفیت اورمعرفت کے ریاضت وعبادت پرملامت کرتے تھے۔ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

مٹہ کنڈبو اژکھ چلس　　کتھ کر پنس ذاتس ستؔ
یُتھنہٕ شیطان پھری شِلس　　اِ تلہٕ نٔے ابوجہلس ستؔ

''ارے بےخبرتم کیاچلہ کشی کروگے اس سے بہتر ہے کہ اپنے آپ کو پہچان لو۔پہلے نیک وبدکی تمیزسیکھو۔ایسانہ ہوکہ شیطان تمہاری لاعلمی کافائدہ اٹھاکرتمہارے دل سے ایمان کی دولت لوٹ لے جائے۔اوراپنی جہالت کے زعم میں غلط کوصحیح سمجھتے

رہو۔ایسا کروگے تو قیامت کے روزتم ابوجہل کے ساتھی کی حیثیت سے اٹھائے جاؤ گے"۔

یۆد مڈِ نیرے کو پتہٕ پھیرے وِرِ زَن منگی ٹنگیو کاٹھ
ودے خنڈِ نل کتھ زن چیرے خرخشس وس کھیہ سُے گوژاٹھ

"ان پڑھ اگر تلاش حق کرنے چل پڑے تو وہ حیرت زدہ پھرے گا۔اس حد تک کہ بید کے درخت سے درخت ناشپاتی کی لکڑی چاہے گا۔اس کے برعکس جو طالب علم ہوگا۔وہ ہر بات کو گنے کی طرح ذہن کی مشین میں چبا کر اس کا رس چوس لے گا۔اصل میں طالب علم وہی ہے جو خرخش جیسے باریک ترین بیج کا مغز نکال کر کھائے گا"۔

حضرت شیخؒ اصل میں ان اشعار میں اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ ذکروعبادت اور مجاہدہ وریاضت کے لئے اولین شرط ہے کہ بندہ علم وعرفان کی دولت سے مالامال ہو۔کیونکہ یہی ہے جوایک آدمی میں نیک وبد،حق وباطل اور جائز وناجائز کی تمیز پیدا کرتا ہے۔نیز یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ ہرایک آدمی کو علم حاصل کرنا چاہئے۔اس کے لئے آپ کئی جگہوں پر علم اور عالموں کی فضیلت و عظمت اور اہمیت وضرورت بیان کرتے ہوئے مسلمانوں کو حصول علم کی تاکید و تلقین کرتے ہیں ۔

حضرت داوٗدن الہام اوٗنُے عالمن منٛز باگ بہشتس جاے

"حضرت داوٗد نے سالہاسال پہلے یہ خبر الہام کی صورت میں لائی کہ"عالموں کی جائے قرار بہشت برین میں ہے"۔

وارِ یۆد کلمٕک معنی بوزکھ بیتہٕ کہو تتہِ اِ آسکھ صاف

"کلمہ طیبہ کے معنی اور تقاضے اگر ذہن نشین کرلوگے تو یہاں اور وہاں دونوں جہانوں میں تم سرخ رو اور سرفراز ہوگے"۔

علم چھُ بۆڈ تہٕ کلمہ سوو محمدٌ پأٹھ یۆد پکھ وتے

"علم عظیم ہے اور کلمہ طیبہ علم کے نہ ختم ہونے والے خزانوں سے مالامال ہے۔یہ علم تب ہی فائدہ مند ہے جب آدمی اپنی ساری زندگی رسول رحمتؐ کی اتباع میں گزاردے"۔

حضرت شیخؒ قرآن وحدیث پڑھنے اور اس پر غوروتدبر کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

گن تھاو حدیثس بٕیہِ پنج سورن دوہہ اکہِ ٕنہٕ یو حورن منٛز
ظألمن زالن نارِ وبن کورن عألمن جاے دِن قصورن منٛز

"قرآن وحدیث کان لگا کر توجہ سے سُنا کرو۔تاکہ راہ راست پاکر تمہیں روز جزا حورانِ جنت کے ساتھ بٹھادیا جائے گا۔بھول نہ جانا کہ اُس روز ظالموں کو آگ کی کھائیوں میں ڈال کر جلادینگے۔جبکہ عالموں کو جنت کے خیموں میں جگہ دی جائے گی"

حضرت شیخؒ کے نزدیک علم کی بڑی اہمیت تھی جب بھی کوئی شخص آپؒ کے ذریعہ سے مشرف بہ اسلام ہوتا تو آپؒ اسے حصول علم کی تاکید وتلقین کرتے پھر انہیں سلوک وعرفان کی تعلیم دیتے۔جیسا کہ آپؒ بمہ سادیعنی بابا بام الدینؒ کو اسلام قبول کرنے کے بعد پہلا درس دیتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

پُزس پٹھ توہ ہیتو ہکمی ہلہ مہ گناہ تڑاو دریاو
زُو تہٕ جان کر علمی بمہ ساد پتم کولہ نی تڑاو

"صدق مقال پر مضبوطی کے ساتھ ڈٹارہ۔اس طرح گناہوں سے پُر دامن کوتم دریابرد کرسکو گے۔اپنی جان وتن علم ہی علم کردے اور وہ سب کچھ جسکی بنیاد دلیل وعلم پر نہ تھی ندیوں میں بہا کر تلف کردے"۔

☆

دعوتِ عمل

حضرت شیخؒ اُس علم ودانش اورفکروتدبر کے مبلغ اورعلم بردارنہیں تھے۔جوآدمی کی زندگی میں تبدیلی لاکر اسے عمل صالح کے لئے تیار نہ کرے بلکہ آپؒ وہ علم چاہتے تھے کہ جو بندے کے افکار واعمال اوراخلاق وکردار میں صالحیت پیداکرے۔اسلئے آپ علم کے ساتھ مسلمانوں کو دعوتِ عمل بھی دیتے تھے۔ فرماتے ہیں ؎

اسلامی کامین دہ ہہ دٕبن بر سہ　　علمچہ لرِ کلمہ چھے زالی تژاو
روزٕ نماز حج زکوٰۃ سر سہ　　یُس کرِ گونگل سُے کرِ کژاو

''تم ہمہ تن اسلامی کاموں میں اپنادن رات گزارتے رہ۔یادرکھ علم کی عمارت کی نزاکت اورخوبصورتی کلمہ طیبہ سے ہے۔اسلامی اعمال نماز،روزہ،زکوٰۃ اورحج کی بجاآوری میں لگ جا۔یادرکھ جوابتداء کرے گاوہی انجام کرسکتاہے(یعنی جو بوئے گاوہی کاٹے گا)''۔

یعنی اے مسلمان:نماز،روزہ،زکوٰۃ وحج اوردیگر اسلامی اعمال وعبادات کی پابندی کے ساتھ ادائیگی کرو۔اوریادرکھ کہ جویہاں دنیامیں نیک اعمال کرے گا وہی آخرت میں اجروثواب اورجزائے خیر پالے گا۔علامہ اقبال ایک شعرمیں کہتے ہیں

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

زٹھس فرض کر عمل تے　　زٹھے ہردس کیٚتھ کُرِتھ تھاو

نیتی نیک مالہِ کر توکل تے　　یُس کرِ گونگل سُے کرِ کژاو

''(ارے بھائی!اس دنیامیں تمہاری حیثیت ایک کسان کی سی ہے)لہٰذا شروع بہار میں ہی فرمان الٰہی پرعمل پیراہوجا۔شروع بہارمیں ہی موسمِ خزان کے لئے کماکے رکھ، خبردار ہرکام نیک نیتی،خلوص دل اوراللہ تعالیٰ کے بھروسے پرشروع کرنا۔جوابتداء کرے گاوہی انجام کرسکتاہے۔(یعنی جو بوئے گاوہی کاٹے گا)''

اقامتِ نماز

حضرت شیخؒ کی دعوت تھی کہ بندہ مومن اسلامی عقائدوافکارکاپابندہوکراسلامی عبادات واعمال ہرصورت میں اداکرے۔اس بارے میں وہ کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہ برتے۔اورنہ اس میں غیر اسلامی طریقہ کی مداخلت کاروادارہو۔اوریہ اعمال صرف اورصرف دینی احکام کے مطابق ہوں۔اس معاملے میں حضرت شیخؒ تساہُل اورتغافُل کوپسندنہیں کرتے تھے۔بلکہ آپؒ چاہتے تھے کہ ان فرائض کی سختی کے ساتھ پابندی کی جائے۔

چونکہ اسلامی عبادات میں افضل ترین عبادت نمازہے۔اسلئے حضرت شیخؒ اس کی اقامت پرخاصا زوردیتے تھے۔آپؒ چاہتے تھے کہ ہرمومن نمازکواس کے اُن شرائط کے ساتھ اداکرے جواس کے لئے قرآن وحدیث نے مقررکئے۔

توش بندِ نمازِ بٚیہِ رمضانس　　تی بابہِ لگہِ یو پانس ستٚ

''نماز اور رمضان میں حددرجہ شوق وذوق دکھاکر اظہارمسرت کرکیونکہ یہی تواصل پونجی ہے جوتم یہاں سے ساتھ لے جاؤگے''۔

دِل چھے گاڈ تہٕ ہوکھہِ موتھاوٗن　　ذکرِ ہُند پوٚنٕ دِس لسہ یو توے

نماز چھے زمینس پھل زن وَوُن اِو بچہ ننبد کرُس کھسہِ یو توے

''تمہارا یہ دل مچھلی کی مانند ہے۔لہٰذا اس کو خشکی پر نہ رکھنا۔اسے ذکرِ الٰہی کا پانی دیتے رہنا۔کیونکہ صرف ذکر الٰہی ہی اس کو زندہ رکھ سکتی ہے اور ہاں اقامت نماز کھیت میں بیج بوائی کی مانند ہے۔اس کھیت میں ادب کی نلائی کرتے رہنا کیونکہ صرف ادب کی نلائی سے اس کھیت میں فصل اُگے گی''۔

صبح پھوٗل تے راتھ گُیہِ آدا انتہِ کہو رؤدُکھ راداہ دِتھ
بانگ تہِ صلوٰۃ توٗرُک نادا تتہِ کہو آکھو وعداہ دِتھ
فرض تہِ سنت کر مالہِ آدا جنتس نِیہِ یو ناداہ دِتھ

''صبح ہو رہی ہے اور رات گزر چکی۔اُدھر تم ہو کہ ابھی بستروں پر دراز ہو۔ایسا کیوں؟ اُٹھو آذان دو نماز قائم کرو کیونکہ یہ خدا کا حکم ہے اور اُسی کا بُلاوا ہے۔یہ کوئی نئی چیز نہیں بلکہ تم نے صبح ازل ہی اس کا وعدہ ''قالو بلیٰ'' والے واقع میں دیا ہے۔نماز اس ''بلیٰ یعنی ہاں'' کا عملی ثبوت ہے۔لہٰذا فرض اور سنت دل جمی کے ساتھ ادا کرتے رہو کہ تمہیں جنت میں ایک معزز مہمان کی طرح مدعو کر کے بٹھایا جائے''۔

پانٹوٗن وقتن سُجداہ دِی زے میٹھی تہِ مُدرِی کھیۓ زِ نہِ زانہہ

''پانچ وقت سجدے کرتے رہنا۔فرض اور سنت ہڑپ نہ کرنا''۔

وقتِ نماز چھے تختس رندے وقتِ نماز چھے بندِ گیے
بے وقت نماز چھے مذاق تہِ خندے بے وقت نماز چھے شرمندِ گیے

''وقت مقرر پر نماز ادا کرنا روح اور بدن کی تمام آلائشوں کو اُس طرح پاک و صاف کرتا ہے۔جس طرح رندہ لکڑی کے کھردورے تختے کو ہموار،صاف اور چمکدار بنا دیتا ہے۔وقت پر نماز ادا کرنا ہی اصل بندگی ہے۔قضا نماز ہنسی مذاق کے سوا کچھ نہیں ہے۔قضا نماز عین شرمندگی ہے''۔

مندرجہ بالا اشعار میں حضرت شیخؒ ہر مسلمان کو اقامت صلوٰۃ کی تاکید و تلقین کرتے ہیں اور بڑے ذوق وشوق کے ساتھ اس کی ادائیگی پر زور دیتے ہیں۔نماز کے جملہ شرائط کے ساتھ اس کو ادا کرنے کا حکم فرماتے ہیں۔اسکے ساتھ حضرت شیخؒ مسلمانوں کو ترکِ صلوٰۃ کے دنیوی اور اُخروی عذاب وسزا اور نقصان و وبال سے باخبر کر کے انہیں اس سے باز رہنے کی تاکید کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں ؎

پانژ وقت نماز کُرِتھ قضا تمیٖک سزا دِیِ خدائے

''تم نے پانچوں وقت کی نمازیں قضا کیں۔اس کی سزا تمہیں خدا دے گا''۔

بندِ مو ماز دٕنبن تہِ دیٖارن خوے کر ژوٗن یارن ہٕتی
تتہِ ہو نمازِ باپتھ مارَن بیتہِ دھیانہ بُتھ لگہ ہمتی

''مال و دولت کے پیچھے اپنی زندگی برباد نہ کر بلکہ چار یار باصفاؓ کی پاک زندگیوں کو سامنے رکھ کر اپنی سیرت کی تعمیر کر۔وہاں روز حساب نماز کے بارے میں سخت پرسش اور پکڑ دھکڑ ہوگی۔جہاں ہولناک مناظر چہروں کو مبہوت کر دیں گے''۔

امراہ کرِی توبے نمازن یمن واُنجِہِ گُیہِ پربتو
کریہ تراون کفرس مازن تمن عذاب آسہِ کافرن کیُتھ تو

''نماز گذار دوستو!''خدارا ان بے نمازیوں کی بھی خبر لو۔ان کو نماز کی فرضیت اور فضیلت سمجھا کر اپنے سنگ مسجدوں میں لے چلو۔افسوس! ان بے نمازیوں کے دل نفاق و نافرمانی سے پربت پہاڑ ہو چکے ہیں۔

جب آخرت میں کفر و ایمان کی بنیاد پر لوگوں کو الگ الگ کیا جائے گا۔تو ان بے نمازیوں کو اپنے منافقانہ طرزِ عمل پر وہاں کافروں سے بھی بدتر عذاب دیا جائے گا''۔

نماز پڑھی ہو مارن پاپھ زینتھ ٕکتی

''حقیقت میں وہاں قیامت کے دن نمازوں کے چھوڑنے پر عذاب دیا جائے گا۔تم نے نماز ترک کرکے بہت سے گناہ کئے''۔

ان اشعار سے واضح ہوتا ہے کہ مبلغ اسلام حضرت شیخؒ کی دعوت قرآنی افکار وعقائد کے ساتھ ساتھ اسلامی عبادات کی بجا آوری کی طرف تھی۔اس لئے آپؒ مسلمانانِ کشمیر کو اسلامی عبادات واعمال کی ادائیگی پر ابھارتے تھے خصوصاً نماز پنجگانہ پر۔

آپؒ یہاں کے مسلمانوں کو نماز کی حقیقت واہمیت بیان کرکے انہیں اقامت نماز کی تاکید کرتے اور نماز پڑھنے والوں کو اپنی بستیوں کے بے نمازیوں کو نماز کی طرف لانے کی تلقین کرتے اور بے نمازیوں کو ان کے فاسقانہ طرزِ عمل کے عذاب و سزا اور نقصان سے باخبر کرکے انہیں اس سے باز لانے کی کوششیں کرتے تھے۔

دیگر فرائض کی ادائیگی

حضرت شیخ العالمؒ اقامت صلوٰۃ کے ساتھ زندگی بھر اہلِ کشمیر کو دوسرے اسلامی فرائض وعبادات کی ادائیگی کی تعلیم وتلقین کرتے رہے۔جیسا کہ آپؒ کی زندگی اور منظوم کلام کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے۔آپؒ فرماتے ہیں ؎

اسلامی کامبن دوہہ دبن برسہ　　علمچہِ لرِ کلمہ چھے زأ لی تڑاو
روزِ نماز حج زکوٰۃ سر سہ　　یُس کر گونگل سُے کرِ کڑاو

''تم ہمہ تن اسلامی کاموں میں اپنا دن رات گذارتے رہ۔یاد رکھ علم کی عمارت کی نزاکت اور خوبصورتی کلمہ طیبہ سے ہے۔اسلامی اعمال یعنی نماز،روزہ،حج اور زکوٰۃ کی بجا آوری میں لگ جاؤ۔یاد رکھ جو ابتدا کرے گا وہی انجام کرسکتا ہے۔یعنی جو

بوئے گا وہی کاٹے گا''۔

روزِ نماز طے کر سہ　　لے کر دمس دَیو

''روزوں اور نمازوں کا ذوق وشوق کے ساتھ پابندرہ۔ہر لحہ اللہ کی یاد میں گذارتے رہ''۔

انفاق وصدقات کی حقیقت واہمیت اور فوائد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

پھوٗل ہَے وَوکھ دَہ پھلُو بون　　دولت بر تل ووبری نہٕ زانہہ
خدأیی دتُے خرچنس کیتُے　　نیکی کرکھ راوی نہٕ زانہہ

''یہاں ایک دانہ بونے سے دس دانے اُگتے ہیں۔اس اصول کو زیرِ نظر رکھتے ہوئے گھر بیٹھے دولت نہ پیدا ہوگی۔اور نہ ہی گن گن کر اس کو چھپا کر بے کار رکھنے سے اس میں کوئی اضافہ تم کرسکوگے۔یہ مال تمہیں اللہ نے (غربا ومساکین میں) خرچ کرنے کیلئے عطا کیا ہے۔جو نیکی بھی یہاں کروگے وہ وہاں موجود محفوظ پاؤگے''

سخاوتھ کرکھ تہٕ دِنے کھبنے　　نمازِ ہُنٛد چھٕے پنُے نیٲے
تتہٕ یٚلہِ ہنہِ ہنہِ حساب ہِنَے　　اِ کتھ لگنے فکر تہٕ داے

''اگر اس عالم میں سخاوت کروگے تو اس عالم میں تمہاری مہمان نوازی کی جائے گی۔سب سے پہلے وہاں کے متعلق پوچھ تاچھ ہوگا۔یاد رکھ جب وہاں دانے دانے کا حساب لیا جائے گا اور لمحے لمحے کا مصرف پوچھا جائے گا تو یہ عقل ودانش کس کام کا جس کو تم نے بروئے کار لاکر دین کے مطابق عمل نہ کیا''۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں اور جہاد فی سبیل اللہ کرنے والوں کے مقام ومرتبہ اور انعام واکرام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

سخٕین مول کُس کرِ رہ پہ ہنزورن　　تھونکھ یہشتکنبن ڈورن مٹز
مجأہدن تورگہ تہٕ سلاح پأرن　　تِنکھ مدینکنبن بہدورن مٹز

''سخاوت کرنے والوں کو چاندی کے حلقہ بند اور کنگن پہنائے جائیں گے جن کی قیمت کا اندازہ کوئی نہیں لگا سکتا پھر ان کو بہشت کی حسین پھلواڑیوں میں بٹھایا جائے گا۔مجاہدوں کو خوبصورت اور طاقت ور گھوڑوں پر فوجی وردی اور اسلحہ زیب تن کر کے شان کے ساتھ اُس خاص جنت میں پہنچادیا جائے گا۔جہاں مدینہ منورہ کے وہ بہادر مجاہد تشریف فرماہوں گے جو رسول رحمتؐ کے ساتھ باطل کے خلاف صف آرا ہوئے تھے''۔

اس طرح ان اشعار میں حضرت شیخؒ مسلمانانِ کشمیر کو روزہ، حج، زکوٰۃ وصدقات انفاق اور جہاد فی سبیل اللہ کی حقیقت وضرورت اور اجروثواب سے آگاہ کر کے ان اعمال صالحہ کی ادائیگی پر ابھارتے ہیں۔اور اس حقیقت کی وضاحت کرتے ہیں کہ ایک کلمہ خوان ان اعمال وعبادات کے بغیر حقیقی مومن نہیں ہوسکتا بلکہ ایک مومن کے ایمان واسلام اور تقویٰ کی تکمیل انہیں فرائض پر منحصر ہے۔کیونکہ ایمان کے اولین مطالبات اور تقاضے نماز وزکوٰۃ، روزہ وحج اور انفاق وجہاد وغیرہ ہیں۔

ان اشعار سے یہ حقیقت بھی عیاں ہوتی ہے کہ حضرت شیخؒ کی قائم کردہ تحریک خالص اسلامی تحریک تھی جو قرآنی عقائد وافکار اور عبادات کی ترجمان اور پاسبان تھی۔اور ہر غیر اسلامی فکروخیال اور طرزِ عمل کے خلاف محو جدوجہد تھی۔

رہبانیت

کشمیر میں اسلام سے پہلے کئی رسمیں ایسی رائج تھیں۔جو انسان اور انسانی سماج کے لئے کسی بھی طرح فائدہ مند نہ تھیں۔بلکہ ان میں نقصان ہی نقصان تھا۔اگر چہ عقل سلیم رکھنے والے انہیں بار بار جھٹلاتے اور ان کے خلاف آواز اٹھانا

چاہتے تھے۔لیکن اٹھا نہیں پاتے۔کیونکہ اکثریت ان رسموں کو مذہب سمجھ بیٹھی تھی۔اسلئے کہ انہیں اپنے مذہبی راہنماؤں نے ایسا ہی کہا تھا۔جب یہاں اسلام آیا تو اس نے آہستہ آہستہ ان رسموں اور بدعات کو مٹانا شروع کر دیا۔مگر کچھ چیزیں پھر بھی نومسلموں نے ہندوں کی دیکھادیکھی میں اپنائے رکھے تھے۔جیسا کہ دنیا چھوڑ کر راہبانہ زندگی اختیار کرنا۔

حضرت شیخؒ کے زمانے میں بھی بعض لوگ ترک دنیا کر کے گھپاؤں اور جنگلوں میں زندگی گزارنے کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخؒ نے بھی ابتدائی زندگی میں غارنشینی کا طرزِ عمل اختیار کیا تھا۔لیکن جب وہ حقیقت سے آگاہ ہوگئے تو انہوں نے غارنشینی، جنگل پیمائی اور راہبانہ زندگی چھوڑ کر قرآن وسنت کے تحت زندگی گذارنے شروع کر دی۔اور سنت نبوی کے مطابق ریاضت وعبادت اور مجاہدہ کرنے لگے اور دعوت وتبلیغ اور اشاعتِ اسلام کو اپنا نصب العین بنادیا۔اور بندگان خدا کو قرآن وحدیث کی اطاعت وپیروی کی طرف دعوت دینے لگے۔اور ہر غیر اسلامی فکروخیال اور طرزِ عمل کی مخالفت کرنے لگے۔اور جس میں رہبانیت اور ترک دنیا جیسے غیر اسلامی طرزِ عمل بھی شامل تھا۔ساتھ میں یہ بھی واضح کر دیا کہ انسان کی فلاح وکامیابی اور امن وسکون بس اسلام کی اطاعت میں ہے۔

حضرت شیخؒ اپنی زندگی کے ابتدائی دور کی غارنشینی اور فاقہ کشی کے طرزِ عمل پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

نصر بابہ جنگل کھسُن گیم خامی　　مے دۄپ یہِ آسہِ بۄڈ عبادت
وُچھ تہِ یہ اُس بۄڈ بدنامی　　سرِ اسہِ کرِنی کُنی کتھ

اے بابا نصرالدین ''تلاش حق کے ابتدائی دور میں میرا جنگل کی راہ لینا میرے ناپختہ شعور کی خام خیالی تھی۔اُن دنوں میں خیال کرتا تھا کہ انسانوں کی بستی سے دور جنگل

میں اللہ کو یاد کرنا کمالِ اطاعت وبندگی ہوگا۔لیکن اب تجربہ ہوا کہ میں نے خواہ مخواہ یہ بدنامی اپنے سر لے لی۔تلاش حق اور عبادتِ ربّ اصل میں انسانی بستیوں میں ہی ادا کی جاسکتی ہے''۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں ؎

ونن پُنزی تتہٕ واندر آسن گگر گوپھن برن واس
یم پاژن وقتن اگہ مل کاسن نِشہٕ آسن بأژن تمے چھِ خاص

''جنگل بندروں اور بن مانسوں کا مسکن ہے۔غاروں اور گھپاؤں میں زمین دوز جاندار رہتے ہیں جیسے چوہے وغیرہ یعنی جنگلوں اور گھپاؤں میں رہنا جانوروں کا کام ہے۔انسان کا نہیں ۔لہٰذا یہ خیال غلط اور انسانی فطرت کے خلاف ہے کہ ایک بندہ اولاد وازواج،اقارب واحباب اور انسانی آبادیوں سے دور ہوکر جنگلوں اور غاروں میں بیٹھ کر ریاضت وعبادت کرکے حق صداقت کو پاسکتا ہے۔اگر اللہ تعالیٰ کا پیارا اور محبوب ومقبول بندہ بننا چاہتے ہو تو اس فکر وخیال اور طرزِ عمل کو چھوڑ کر انسانی بستیوں اور اپنے گھر والوں، رشتہ داروں اور دوسرے قرابت داروں کی طرف آ۔پھر اسلامی احکام کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت وبندگی کر اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کر۔''

ذات پات اور وحدتِ آدم

کشمیر میں اسلام سے پہلے ہندو مذہب رائج تھا۔چونکہ ہندوں اور ان کا مذہب ذات پات اور اونچ نیچ کا قائل ہیں۔اسلئے اسلام سے قبل یہاں کے لوگ ذاتوں اور خاندانوں کے ناموں پر بٹ چکے تھے۔اونچی ذات والے دوسرے

لوگوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے اور ان سے جانوروں جیسا سلوک کرتے تھے۔ اس میں خصوصاً ہندو کے پیشوا برہمن پیش پیش تھے۔جب اسلام نے کشمیر کو اپنے آغوش میں لیا تو اگرچہ یہ ذات پات کی تمیز کسی حد تک دور ہوگئی۔لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ کلی طور ختم ہوگئی۔

حضرت شیخ العالمؒ کے زمانے میں بھی یہاں ہندو کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ جو اس برائی پر عمل پیرا تھی۔اور مسلمانوں میں بھی ایک طبقہ تھا جو اس ذات پات کے امتیازات کا قائل تھا۔وہ یا اسلامی تعلیمات سے پوری طرح واقف نہ تھے۔یا وہ اپنی اعلیٰ ذات اور خاندانی بڑائی پر اتراتے تھے۔اور اپنے معاشرے کے دوسرے لوگوں کی تذلیل وتحقیر کرتے اور ان کو اپنے سے کم تر تصور کرتے تھے۔جس سے یہاں کی مسلم سوسائٹی میں کئی برائیاں پیدا ہوئی تھیں۔چونکہ مبلغ اسلام حضرت شیخ ؒ نے اس برائی کا صحیح اندازہ لگا کر زندگی بھر اس کے خلاف ہر اعتبار سے جدوجہد کی۔جیسا کہ آپ اپنے اشعار میں بار بار اس کی پرزور الفاظ میں مخالفت کرتے ہیں۔

ذات یُس دیان ذات چھ میأنی تس عقل تتہٕ بود دأنی مو
یوٗد بویاہ آسبس اسلامنی تو کھوتہٕ ذات کانہہ پرنی مو

''جو کہتا ہے کہ ذات اگر اعلیٰ ہے وہ بس میری ہے۔دراصل ایسا کہنے والا عقل وبصیرت سے بے بہرہ ہے۔حقیقت میں اگر اس کا طرزِ زندگی اسلامی ہو۔تو اسلامی ذات سے بہتر اور روشن کوئی ذات نہیں''۔

یعنی جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اُس کی ذات اور خاندان اعلیٰ اور بہتر ہے۔یہ اس کی لاعلمی اور عقل وبصیرت کی کوتاہی کا نتیجہ ہے۔کیونکہ علم وعقل کی بنیاد پر دیکھو!تو یہ واضح ہوگا کہ انسان کی ایک ہی ذات،خاندان اور بنیاد ہے۔

اب اگر انسان کو دوسرے انسانوں سے کوئی چیز بہتر اور اعلیٰ بنا سکتی ہے وہ ہیں اعلیٰ افکار وعقائد، نیک کردار وعمل اور اچھا طرزِ زندگی۔ بہتر افکار وعقائد اور صالح طرزِ عمل کا نام اسلام ہے۔ لہٰذا جس کی زندگی اسلام کے مطابق بسر ہو رہی ہو وہی ہر حیثیت سے اعلیٰ وارفع ہے۔

حضرت بابہ آدم مالو امہ حوا تتی آوو
اِو کتھ ڈونب واتل ژرو لو کلس ہم کل کیا ہبڈوو

''ہم سب انسانوں کا ایک ہی باپ جناب آدم ہے۔ اس طرح ہم سب کی ماں حضرت حوا ہے۔ ذرا سوچو پھر ڈونب (کنجر) چمار جیسی ذاتیں کیسے بنیں؟ جب ہم سب کی بنیاد ایک ہے تو ہم ایک دوسرے کی تضحیک کیونکر کریں''۔

اسی طرح حضرت شیخ فرماتے ہیں ؎

ذات گرنیشت کیا چھی سودا ذات گرنیشت کیا مدعا چھی
ذات نو تھونی قبیلہ جدا سارنے بزٕہ نہہ گدا چھی

''تمہاری عقل میں کیا خیال ہے کہ تم ذات کے بارے میں اس قدر پوچھ تاچھ کر رہے ہو؟ ذرا ہمیں بھی بتا کہ اس سے تمہاری کیا مدعا ہے:
اللہ نے انسانوں کو ذات کی بنا پر نہیں بانٹا۔ ہاں یہ صحیح ہے قبیلے جدا جدا رکھے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے ہاں سب سے پہلے شرف یاب گدا ہی ہوگا''۔

ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

یتھ دنیس ذات ہأوتھ کیا میلی
گڑھی چاک اڈجبن یٖلہِ خاک میلی
سورِ ستھ بندس یٖلہِ دون فرشتن کتھ میلی
تس پٖیٖہِ بٕڈ رسوأیی یُس پانس تراٗوتھ گیلی

''اس دنیا میں اونچی اور اعلیٰ ذات والا ہونے کا دعویٰ کرنے سے تمہیں کیا ملے گا؟ عنقریب تمہیں مٹی میں مل جانا ہے جہاں تمہاری ہڈیاں چکنا چور ہونگی۔ یہ سارے دعوے بے کار ہونگے جب برزخ میں دو فرشتے اس پر متفق ہونگے کہ یہ بندہ نافرمان تھا۔ اس کے لئے رسوائی ہے جو دوسروں کو اپنے سے کم تر سمجھ کر ان کی تذلیل کرے''۔

اس طرح حضرت شیخؒ مسلمانوں کو ان جاہلانہ اور غیر اسلامی تصورات سے باز لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو انسانی سماج کو ذات پات اور رنگ نسل کی بنیاد پر تقسیم کرتے تھے۔ اور ایک انسان کو دوسرے انسان کا بھگوان بنا دیتے تھے۔ آپ ذات پات کے بتوں کو فاش فاش کر کے ایک ایسا مثالی معاشرہ اور جماعت قائم کرنا چاہتے تھے۔ جس کا ہر ایک فرد قرآنی افکار وعقائد اور اسلامی طرزِ زندگی کا حامل ہو۔ اور اس حقیقت کی طرف آپؒ عمر بھر دعوت دیتے رہے۔ اس کی شہادت ہمیں نہ صرف آپؒ کے منظوم کلام سے ملتی ہے، بلکہ آپؒ کی زندگی بھی اس پر شاہد عادل ہے۔ آپؒ کی جماعت میں مختلف خاندانوں اور ذاتوں سے وابستہ افراد موجود تھے۔ جن کی آپؒ نے قرآن وحدیث کی بنا پر تربیت کر کے ان کو ایک دوسرے کا بھائی، خیر خواہ اور ہمدرد بنا دیا۔

ہندو کو دعوتِ حق

مبلغ اسلام حضرت شیخؒ زندگی بھر بندگانِ خدا کو خدائے تعالیٰ کی بندگی اور عبادت کی طرف دعوت دیتے رہے۔ اس کے لئے آپؒ نے کشمیر کے اطراف واکناف کی بار بار سیر وسیاحت کر کے یہاں کے مختلف طبقوں اور مذاہب سے وابستہ لوگوں کو دعوت دی۔ جس کے نتیجہ میں بہت سے لوگ آپؒ کے ذریعہ سے مشرف بہ اسلام ہو کر ایک خدا کی عبادت وبندگی کرنے لگے اور اللہ کے پیارے

بندوں اور اولیاء میں شمار ہونے لگے۔جیسا کہ پیچھے ہم پڑھ چکے ہیں۔

کشمیر میں زیادہ تر غیر مسلم ہندو مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔جو حضرت شیخؒ کے زمانے تک بھی اپنے غیر اسلامی فکر وخیال اور طرزِ عمل پر اتراتے تھے۔اور مختلف جاہلانہ رسوم کے پابند،اوہام پرستی میں گرفتار اور غیر انسانی اور غیر اخلاقی عادات واطوار کے عادی تھے۔حضرت شیخ ؒ انہیں بار بار بڑی محبت والفت اور حکمت سے حق وصداقت کی جانب دعوت دیتے تھے۔آپؒ کا ان کے ساتھ طرزِ تکلم اور طریقہ دعوت بڑا مشفقانہ اور ہمدردانہ ہوتا تھا۔

پنڈت بابیہ پنڈتو گنڈِتھ رۆدُکھ کھوور کائے
دوہے دور تہ ناگی ژھنڈتو ژھنڈِتھ لجی نہٕ فکر تہٕ دائے
خدائے تہٕ رسول وند تو وُچھتو کیا چھے وہ برن پائے

ارے پنڈت بھائی:

''دینداری یہ نہیں ہے کہ بائیں طرف سے پگڑی باندھتے ہو۔نہ یہ ہے کہ تم روز دوراور ناگی (پوجاپاٹ کا سامان) تلاش کرکے لاتے ہو۔اس قدر ظاہری دینداری کا اہتمام کرکے بھی تم حقیقی دینداری سے نا آشنا ہو۔کیونکہ تم نے کبھی فکرسلیم سے کام نہ لیا۔میرا مانو تو خدا اور رسول خداؐ کی اطاعت میں زندگی بسر کرو۔ورنہ تم ہی بتاؤ دونوں جہانوں میں تمہاری کامیابی اسلام کے سوا کس نظریہ کی پیروی میں ممکن ہے؟''۔

دے مو دیو مکھے آسی پھل مو آسی ارخلن
سنبن سرن زیو مو آسی گیو مو آسی واندرن

اے ہندو بھائیوں!اے بت پرستو!

''اللہ تعالیٰ دیوصورت (یعنی بت کی صورت) کبھی نہیں ہوسکتا۔زقوم کے درختوں پر پھل نہیں لگتا۔گہری جیلیں خاموش اور پرسکون رواں ہوتی ہیں۔گھی بن مانسوں کے

پاس سے حاصل نہیں ہوسکتا''۔

''یہاں شیخؒ بت پرستوں کو اپنے کافرانہ اور مشرکانہ فکروعقیدہ اور طرزِ عبادت پر عقلِ سلیم کو بروئے کار لاکر سوچنے کی دعوت دیتے ہیں۔اس کے لئے آپؒ انہیں مختلف مثالیں دیتے ہیں۔

ایک اور جگہ شیخؒ ان کو اس طرح سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں ؎

شِو شِو کران شو مو بوزے گیو کند کرکھ منہ بزے
گیو دیو دِہس دہ دور روزے دِکھ نے دِہس بٕیس دزے

اے ہندو بھائی!

''شوشو پکارنے سے شوتھوڑا ہی سنتا ہے۔میرا مانو تو اس گھی کو آگ کی نذر کرنا ترک کردو۔گھی ایک مقوی غذا ہے اس کو کھاؤ۔اس سے تمہارا بدن مضبوط ہوگا۔اگر خود نہیں کھاؤ گے تو مت کھاؤ۔کسی دوسرے ضرورت مند کو دے دو''۔

ہندو صدیوں سے بت پرستی کے ساتھ گائے پرستی میں گرفتار ہیں۔وہ گائے کو ایک مقدس جانور تصور کرتے ہیں۔اس لئے اس کا گوشت نہیں کھاتے، بلکہ اس کے گوبر کو پاک سمجھ کر اس سے اپنے مکانوں اور مندروں کی لپائی کرتے ہیں۔اور اس کا پیشاب پیتے ہیں۔یہی حال ان کا حضرت شیخؒ کے زمانے میں تھا۔اسلئے حضرت ان کے اس جاہلانہ طرزِ زندگی کو اس طرح بے نقاب کرتے ہیں ؎

گُہہِ لِونس تہٕ گرمت چنبس دود کیوو کھنبس اوم کہیوز مئی
ماز ڈہٕشتھ لوٗب کیازِ ہنبس ہٕندبن ہُنڈ شوژر دٕنٹھ کتھ آوٗے

ذرا بتاؤ!''ہندو بھائیوں کے کھانے پینے کی چیزوں میں حلال وحرام کا یہ اصول کتنا ناقابلِ فہم ہے کہ ایک جانور کے گوبر سے لپائی کی جائے۔اس کا پیشاب پیا جائے۔اس کا دودھ دہی اور دودھ دونوں صورتوں میں پیا جائے۔لیکن اس کا گوشت

دیکھ کر دور بھاگا جائے کیوں؟''

علماء سوء

تاریخوں وتذکروں کی کتابوں اور حضرت شیخؒ کے منظوم کلام کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت شیخ العالمؒ کے زمانے میں یہاں علماء حق کے ساتھ علماء سوکی بھی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ جو کئی برائیوں میں مبتلا تھے۔ دین کی اشاعت و تبلیغ اور اسلامی علوم کی ترویج کے بجائے وہ مختلف بدعات وخرافات کی آبیاری کرتے تھے۔ دین وقرآن کی خدمت واقامت سے دور ہوکر وہ دنیا بنانے میں مشغول تھے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت وپیروی کو چھوڑ کر وہ نفسانی خواہشات کے پیروکار بن چکے تھے۔ انہوں نے ظاہری دینداری اور علم دین کو ذریعہ معاش بنایا تھا۔ اسلئے وہ لوگوں کو دین وایمان اور امامت کے نام پر ٹھگتے تھے۔ جیسا کہ حضرت شیخؒ فرماتے ہیں ؎

ملہٕ ڈینٹھم موشی کھوان ہاکس دپان یہٕ چھُ کچھ
باکرٕ کھوان ڈاءکرٕ تراوان مشیدن دپان بیٹنہٕ چھُ پچھ

''میں نے ان ملاؤں کو بھینس کا گوشت کھاتے دیکھا پھر بھی ان کا پیٹ نہیں بھرتا۔ مسافروں کے لئے جو ساگ (روٹی مسجد اور خانقاہ میں لایا جاتا) اس کو گھاس کہہ کر (انہیں کھانے نہیں دیتے) یہ خود پوری بھیڑ کھا کر ڈکاریں لیتے رہتے ہیں اور رات بھر مسجد کے (حمام) میں خراٹے لیتے رہتے ہیں۔ مگر ان مسجدوں میں پناہ لینے والے مسافروں سے کہتے ہیں کہ یہاں سے بھاگ جاؤ یہاں خوفناک بلائیں رات کو آتی ہیں''۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

ملہٕ چھُ زاڈ گرز نہ ڈلان ملس کلہٕ ووزلان آسی
ملہٕ آسہٕ سونٛز وقنس ہلان ملن ژٕرٕی نیرٕن پھولان آسی
ملہٕ چھی سال بوٚزِتھ بلان توے مشیدِ کُن ژلان آسی

''ان نفس پرست عالموں سے دھوکہ نہ کھانا۔ ان کے چہروں کی یہ سرخی ایمانی قوت سے نہیں بلکہ عیش پرستی اور آخرت فراموشی کے بموجب ہے۔ یہ لوگ عین سحر کے وقت علالت کا بہانہ کرکے مست خراٹے لیتے ہیں۔ کیونکہ ان کے لئے دن چڑھے مسجد میں آنا نسبتاً زیادہ سودمند ہے۔ آزما کر دیکھو دعوتِ طعام سُن کر یہ اچانک صحتیاب ہوتا ہے اور اسی لئے مسجد کی طرف دوڑتا ہوا نظر آتا ہے''۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں ؎

ملہٕ چھی مشیدن أچھی درو تیو بٹہٕ چھی پوتلبن پتھ
ساسہٕ منٛزٕ اکھا ترو نتہٕ سارنے شیطان گو ہتھ

''ملا اور مسجد کا وہی تعلق ہے جو ہندو اور بت کا ہے (یعنی ملا بھی مسجد میں محض رزق کمانے کے لئے جاتا ہے) اگر کہیں یک فی ہزار بچ گیا نہیں تو ان کی نیا کو شیطان نے ڈبودیا''۔

حضرت شیخؒ نے ان علماء سوء کی اس غیر اخلاقی اور غیر اسلامی طرزِ عمل کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا۔ اور لوگوں کو ان کے مکروفریب سے باخبر کیا اور بار بار ان پیٹ پرست اور جاہ وحشمت کے خوگر ملاؤں کو حق وصداقت کی طرف دعوت دیتے رہے۔ فرماتے ہیں ؎

علم چھٕے بوٚڈتہٕ ملہٕ چھکھ دانا بزتھ سأری ہنا کھو
عار رؤس وُچھمکھ تورِ رؤس چھانا وأصل ارخلو گنا ہو

اے مولوی! ''تم بڑے علم والے اور ایک دانا مولوی ہو۔ کیا اس لئے تمہیں یہ

حق پہنچتا ہے کہ حاجت مندوں کا سارا کھانا تم کھا جاؤ۔ میں نے تمہیں بڑا بے رحم اور اس ترکھان کی طرح دیکھا جو ماہرِ فن ہے مگر اس کے پاس اُس کا تیشہ نہ ہو۔ تم اس جنگلی درخت جیسا ہو (جس کو چھونے کے بعد ہی آدمی کے جسم پر آبلے پڑتے ہیں۔ اس قدر پیپ ان سے رسنے لگتی ہے کہ انسان دوبارہ اس کی طرف نہیں دیکھتا)''۔

حضرت شیخؒ ایک جگہ ان کو اپنے علم و دانش کے تکبر و غرور پر ٹوکتے ہوئے ان کی توجہ آخرت کی بے بسی اور بے کسی کی طرف مبذول کراتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

علماہ پروہ وہ پھ کے ہوسے ژھلس چھُ زاگان اُکس اکھ
کو چھُو گُمانہٕ اُسۍ چھی خاصے تتہٕ نو موکلو ساسہٕ منٛز اکھ

''سنو! مفت خوری کی ہوس نے تمہیں علمِ دین کا طالب بنایا ہے۔ اس مفت خوری کی دوڑ میں تم ایک دوسرے کے خلاف سازشوں میں مشغول ہو۔ تمہارا یہ گمان باطل ہے کہ تم خاصانِ خدا ہو۔ یاد رکھو کہ تم سے ایک فی ہزار بھی عذاب الٰہی سے وہاں نہ بچ سکے گا''۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں ۔

ملو چھلکتہ ملو چھوٗکک ملو ڈیوٗٹھ مے نہ علمٕک ناو
ملو تتہٕ بوٚنہ برتل ڈولک ملو لٚہٕ راوتھ ملہٕ ناو

''اے ملائے شکم پرست! تو کبھی صاف و پاک نہیں رہتا۔ تو علم سے کورا، اور تہی دست ہے۔ جب تو وہاں پہنچے گا تو اسفل میں حیران و ششدر ہوگا۔ افسوس تو نے اپنے ننگ و ناموس کو ڈبو دیا''۔

مندرجہ بالا اشعار سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت شیخؒ اپنے زمانے کے شکم پرست مولویوں اور نفس پرست عالموں کے غیر اسلامی طریقہ زندگی اور طرزِ

عمل کی تنقید کرتے تھے۔ اور ان کو معاشرے میں بے نقاب کر کے ان کی برائیوں سے سادہ لوح عوام کو باخبر کرتے تھے۔ چونکہ حضرت شیخؒ کی تنقید تعصب و حسد پر مبنی نہ تھی اور نہ یہ تحقیر و تذلیل کی غرض سے تھی۔ بلکہ آپؒ کا مقصد ان علماء سو کو راہِ راست دکھانا اور انہیں حقیقت سے آگاہ کرنا تھا۔ یہی وجہ ہے آپؒ نے نہ صرف ان کی تنقید کی بلکہ اس کے ساتھ انہیں حصول علم کے اغراض و مقاصد اور ایک عالمِ دین کے منصب و ذمہ داریوں سے آگاہ کیا۔ اور انہیں خدمتِ دین، تبلیغِ حق، دینی علوم کی اشاعت اور تقویٰ شعاری پر ابھارا۔ جس کے نتیجہ میں کئی علماء سو حضرت شیخؒ کے ذریعہ توبہ کر کے دعوتِ دین اور تبلیغ حق کے لئے سرگرم عمل ہوئے۔ جسکی تفصیل پچھلے اوراق میں آچکی ہے۔

نفس پرست صوفیاء

حضرت شیخؒ کے زمانے تک کشمیر میں اسلام کو اسی پچاسی سال ہو چکے تھے۔ اگر چہ یہ صحیح ہے کہ ابتداءً جو بھی علماء کرام اور صوفیاء عظام یہاں وارد ہوئے۔ وہ دعوت دین کے جذبہ سے سرشار اور زہد و تقویٰ اور خدا ترسی کے اوصاف سے متصف تھے۔ لیکن وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ یہاں نفس پرست درویش، مکار و عیار صوفی اور دنیا پرست قلندر پیدا ہوئے۔ جو نقلی درویشی اور خود ساختہ تصوف و سلوک کے نام پر لوگوں کو ٹھگتے تھے۔ نئی بدعات پیدا کر کے مسلمانوں میں گمراہی پھیلاتے تھے۔

حضرت شیخ العالمؒ نے علماء سوء کے ساتھ ان درویش نما صوفیوں کے خلاف بھی علمِ جہاد بلند کیا۔ ہر وقت اور ہر جگہ ان کی اور ان کے طرزِ عمل کی مخالفت کی۔ عوام کے سامنے ان کو بے نقاب کر کے لوگوں کو ان کی اصلیت سے باخبر

کیا جیسا کہ مندرجہ ذیل اشعار سے واضح ہوتا ہے ۔

ملہِ چھے خوشحال ہدین تہِ سالس　　شیخ گیہِ مالس تہِ مانجھس مُتی
صوفی خرقہ رؤٹ لتھ دتھ آلس　　کھوٗن کالس پانزُو ماز کھوٗبتی
أ کِس تہِ نہِ گیان کو لگی لُکھ کالس　　کائنسہِ تہ نفس ہیوٗ کھ نہِ رٕٹھ پتھی

''ملا لوگ نذرونیاز لے لے کر اور دعوت کھا کھا کر پھولے نہیں سماتے۔ اور پیرو شیخ مال و دولت کے پیچھے دیوانہ ہوتے جاتے ہیں۔صوفی نے خرقہ پہن لیا اور کوئی محنت نہیں کی۔اسے کھانے کو گوشت و پلاو ہونا چاہئے۔افسوس نہ ملانہ پیر نہ شیخ اور نہ ہی صوفی ریاضت کرتا ہے۔کوئی بھی خداجوئی کی طرف مائل نہیں اور نہ کسی نے اپنے نفس کو لذات وخواہشات سے باز رکھا''۔

شداد فرعون لأ گتھ رودی　　اپز دوان درویش ناو
یم سورے تز أوِتھ رس بتس پتھ موٗ دی　　یمو راورک سون نارِ درأو

''ان صوفیوں نے شداد اور فرعون بن کر زندگی گذاری۔یہ لوگ خواہ مخواہ اپنے کو درویش اور فقیر کہتے ہیں۔انہوں نے دین کو چھوڑا اور شکم پروری اور مرغن غذاؤں پر مر مٹے۔یہ بے شرمی میں ایسے طاق ہیں گویا یہ آگ میں تپایا ہوا سونا ہے''

حضرت شیخ ؒ ایک جگہ ان نقلی صوفیوں اور درویشوں سے مخاطب ہوکر ان کو حقیقت سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

تسبیح وُچھے گُنسا ہشو　　مرید ڈیٹھ کران ضم
ستھ چنہ کھیہِ تھم ہشم ہشو　　أ کِس میٹھہِ ماز بٔیس کرم
تہِ کھبتھ شوٗنگہم مأشا ہشو　　توہی ہے پیر تہِ رہزن کم

اے صوفی صاحب!

''میں نے آپ کی تسبیح دیکھ لی ہے۔یہ دوموہی ناگن جیسی ہے اور جونہی مرید کو دیکھتے

ہو تو اس مالا کو جپنا شروع کرتے ہو۔مرید کے گھر جا کر سات ضیافتیں، سات ہم صورت برتنوں میں کھاتے ہو کسی میں میتھی ہوتی ہے کسی میں گوشت اور کسی میں کڑم ساگ وغیرہ۔

میں حیران ہوں کہ اتنا کچھ کھا کر تم نماز پڑھنا بھول جاتے ہو اور بھینس کی طرح سو جاتے ہو۔حالانکہ تو پیر ہو یعنی قوم کے راہنما ہونے کا دعویٰ کرتے ہو۔مگر اپنے شب و روز کا حال دیکھ کر بتاؤ کہ اگر تو پیر ہے تو پھر چور کون ہے؟یعنی چور کی تعریف کیا ہوگی''۔

ظاہر سرائے بیوٗٹھکھ دکانس　　اتھ ہتھ تسبیح ببہِ ہتھ پھاسُ
زیوٗن زن کأکی ہو لاگنے دانس　　ہے کنہِ پھرُکھ پأنی پانسے

اے پیر صاحب!

''اس عارضی دنیا میں تم ایک تجارت کی دکان کھولے بیٹھا ہے۔تمہارے ہاتھ میں تسبیح ہے مگر بغل میں پھانسی کا پھندہ چھپائے ہو۔

یاد رکھ! آخرت میں تمہیں جہنم میں اس طرح جلنے کے لئے ڈال دیا جائے گا جس طرح اس دنیا میں چولہے میں ایندھن ڈالتے ہیں۔افسوس صد افسوس تم نے اپنے آپ کو ہی ٹھگ لیا''۔

گنہِ پانس مو دِم رندے　　امہِ صابنہِ صأفی نہِ پیے
امہِ تسبیح ہمامہ تہِ جنہِ ہ　　امہِ فنہِ سُہ نو اتھہِ پیے

اے نادان صوفی!

''اپنے ناپاک وجود کی کھال رندے سے مت ادھیڑو اس صابن سے تمہارے ضمیر کی ناپاکی دور نہیں ہوگی۔یہ تسبیح ،عصا اور فقیر انہ لباس پہننا تمہارے لئے لاحاصل ہے۔کیونکہ اس پُر فریب چال سے تمہیں خدا نہیں مل سکتا''۔

پران پران زبو تال پھج وو تس کرٕہ کرٕیہِ تُج ونہ زانہہ
تسبیح پھران اوٗنگیہِ تہِ گیہِ وو پھکہِ لدیہِ بوے ژٗج ونہِ زانہہ

اے غافل صوفیوں!

''پڑھتے پڑھتے تو تمہاری زبان تھک گئی۔لیکن عبادت کیسے کی جاتی ہے اور عبادت کیا ہے یہ تو جان نہ سکا۔تسبیح گماتے گماتے تیری انگلیاں گھس گئی ہیں لیکن قلب اور جسم کی گندگی ویسی کی ویسی رہی''۔

اس طرح حضرت شیخؒ نفس پرست درویشوں اور گمراہ صوفیوں کے مکروفریب سے عام لوگوں کو باخبر کرکے ان کی عیاری ومکاری سے بچنے کی تاکید کرتے ہیں۔اور اسکے ساتھ ان پیٹ پرست صوفیوں کو خداپرست ،آخرت پسند اور حقیقی دیندار بننے کی تاکید وتلقین کرکے انہیں اپنے مقدور کے مطابق حق وصداقت کی خدمت،دین حق کی اشاعت اور حقیقی سلوک وتصوف کی ترویج کرنے کی ہدایت دیتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ کئی نقلی صوفی آپؒ کی سعی وجہد سے حقیقی پرہیزگار اور تقویٰ شعار بن گئے جیسا کہ اوپر ہم نے پڑھا ہے۔

اتحادِ ملّت

حضرت شیخ العالمؒ ایک مبلغ اسلام اور داعی دین تھے۔ان کی دعوت وتبلیغ کا مقصد اسلام کی سربلندی اور ملتِ اسلامیہ کی خیروفلاح تھا۔وہ مسلمانوں کے الگ الگ مسلکوں اور جماعتوں کا روادار نہ تھے۔بلکہ آپؒ کی دعوت اسلام اور ملت کی اتحاد واتفاق کی طرف تھی۔یہی وجہ ہے کہ آپؒ نے اپنے زمانے کے دوسرے داعیانِ اسلام اور علماء کرام کی مخالفت نہ کہ بلکہ ان سے دوستانہ تعلقات قائم کرکے ان کے کام میں مقدور بھر تعاون کیا۔جن میں میر محمد ہمدانیؒ ،شیخ بہاء الدینؒ،شیخ

سلطان کشمیریؒ اور حاجی ابراہیم ادہمؒ قابلِ ذکر ہیں۔

حضرت شیخؒ مسلمانانِ کشمیر کو اتحاد کی طرف دعوت دیتے تھے۔اور انہیں اس بات سے باخبر کرتے تھے کہ تمہارے آپسی فتنہ وفساد اور پھوٹ سے تمہاری دنیا کے ساتھ آخرت بھی برباد ہوگی۔اس سے تم پر اور تمہارے دین پر دشمنانِ اسلام غلبہ پاکر تمہیں مغلوب بنا سکتے ہیں۔تمہاری انفرادی اور اجتماعی فلاح وکامیابی باہمی اتحاد واتفاق میں مضمر ہے۔لہٰذا تمہیں چاہیے کہ تم ہر قدم پر اتحاد کا مظاہرہ کرو۔

آپؒ فرماتے ہیں ؎

پانٛژون شبن تہِ کہن کھن دِتھ نبر درأو
یٚ دوٗے اکی وتہِ محکم آسہِ ہن اِ ما راوِ ہا کہن گاو

اے مسلمانانِ کشمیر!''آؤ تمہیں ایک ہی ماں باپ کے ان بیٹوں کا قصہ سناؤں جو پانچ چھ نہیں بلکہ پورے گیارہ بھائی تھے۔لیکن ایک گائے کی حفاظت نہ کر سکے کیونکہ دشمن(چور)ان کو پہلے پانچ اور چھ میں تقسیم کرگیا پھر گیارہ بھائیوں کو اس قدر ایک دوسرے سے جدا کرگیا کہ ہر ایک الگ الگ راستہ پر ہولیا۔اگر یہ گیارہ بھائی اتحاد و اتفاق سے ایک راستے پر ہوتے تو چوران سے ان کی مشترکہ ملکیت یعنی گائے چُرانے میں کامیاب نہ ہوتا''۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

یخ ، تٹلہِ کتُر تہِ شین تم بیٚون بیٚون پأدِ کرٕی آشن
یامتھ پیٚکھ آفتابچ پرٕو تامتھ تٕرٕبن وٚنی اکے گو

''پانی کی منجمد سلیں،منجمد شیشہ کی چادریں اور برف تینوں شکل وصورت میں جدا جدا بنائی گئی ہیں۔لیکن آفتاب کی کرنیں جب ان پر پڑھتی ہے تو یہ پانی میں تبدیل ہوکر ایک بن جاتی ہے''۔

دُنیہس آیائے بأجی بأجی سُمتھ کرو بأجی وَٹھ

''ہم اس دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھی بن کر آئے تھے۔لہٰذا ہم ایک دوسرے کے غمگسار اور خیر خواہ بن کر زندگی گذارے''۔

مسلمانوں کی غفلت شعاری

حضرت شیخ ؒ مسلمانوں کی غفلت شعاری اور تساہل پسندی کو پسند نہیں کرتے تھے۔آپؒ چاہتے تھے کہ مسلمان اجتماعی طور پر ہر جگہ ہر وقت بیدار ذہن، ذی حس، زندہ اور متحرک ہوں ،اور ہر میدان کے شہسوار ہوں ۔اسلئے آپؒ مسلمانوں کو اپنے خوشحال ماضی کی طرف توجہ دلا کر فرماتے ہیں ؎

رازِ ہوٚنز اُستھ سپدُکھ کولے کُس تاذٕ ژوٚلے کیاہ تاذٕ ہتھ

اے مسلمان!

''کبھی تو راج ہنس کی طرح نیلے آسمان کی وسعتوں میں محو پرواز تھا۔لیکن اس وقت تم بے حس وحرکت پڑے ہو۔تمہاری وہ دلفریب آواز ،زبان دونی رخصت ہو چکی ہے اور تو گونگا ہو چکا ہے۔ظاہر میں تم میں کوئی تبدیلی نہیں دکھائی دیتی لیکن ضرور محسوس ہوتا ہے کہ کوئی تمہاری کسی انمول چیز کو لے بھاگ گیا''۔

ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

جامہ پھوٚل تہٕ جندس تڑپی پأز ژوٚل تہٕ کاوَس تپی

دیار راوٚ تہٕ چندس رفی نار سور تہٕ سورس درپی

آؤ غافل مسلمانوں کا حال دیکھو!

''انہوں نے اپنے جامے کی قدر نہ کی البتہ جب جامہ پھٹ کر تار تار ہوا،تو لگے چیتھڑوں کی مرمت سوئی دھاگے سے کرنے۔پنجرے سے جب راج ہنس بھاگ

نکلا اور اکیلا کوّا وہاں رہ گیا تو ان کو پنجرے کا دروازہ بند کرنا یاد آیا۔روپے جب ان کی جیب سے گر کر گُم ہو چکے تب انہیں جیب کی سوراخ کا رفو کرنے کی سوجھی۔آگ جب بجھ کر راکھ ہو چکی پھر یہ آگ کو جلتا رکھنے کی تگ و دو میں لگ گئے''۔

ایک اور جگہ ان غافلوں کو سرزنش کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

دِل دوٚدُے پھکھ نو آوٚے اکھ دوہہ ژاوٚے نو گرندی

ہرِتھ گژھان پوشن واوٚے کل پتو ژٕ کل راوٚے کندی

اے غافل!

''باطل پرستی میں تیرا دل سوختہ ہوا ہے اور تمہیں بد بو تک محسوس نہ ہوئی۔عمر عزیز گزر چکی اور تمہارا ایک دن بھی قابل قدر کارگزاری میں نہ گزرا۔تم بھول گئے ہو کہ موسم خزان کی ہوائیں پھولوں کو جھڑ دیتی ہے۔اس لئے تم ہوش میں آؤ اور فکر فردا ،فکر آخرت کرو۔میں حیران ہوں کہ تم حواس باختہ کیونکر ہوا''۔

کیاہ کرِ تٚمٕ سُنٕد کرٕیہِ تہٕ کارُن یَس بٚیٚس اتھٕ دارُن پیٚ

منگہٕ ہے تہٕ منگہٕ نَس چھنہٕ کانہہ باتھاہ منگُن تہٕ مرُن چھ اکٕے بتھ

''اس کے عمل اور اس کے کارنامے کس کام کے جس کو دوسرے کے آگے اپنا ہاتھ پھیلانا پڑے۔میں مانگتا لیکن مانگنے کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ مانگنا مرجانے کے مترادف ہے''۔

مندرجہ بالا اشعار میں حضرت شیخ ؒ امت مسلمہ کے ہر ایک فرد کو غفلت شعاری اور تغافل پسندی پر سرزنش کرتے ہوئے اس حقیقت سے باخبر کرتے ہیں کہ کبھی تو تمام اقوام عالم کا آقا تھا اور ساری دنیا تیرے در کے آگے جھکتی تھی۔مگر آج حالات اس کے برعکس ہیں۔غیروں کے پاس حکومت وسلطنت ہے اور تیرے پاس محکومیت وغلامی ہے۔اور تجھے اس کا احساس بھی نہیں یہ غفلت شعاری

نہیں اور کیا ہے۔ یادرکھو جو قوم اپنے فکر وعقیدہ، تہذیب وتمدن اور کلچر وثقافت کو چھوڑ کر دوسری قوموں کے افکار وعقائد اور طرزِ زندگی اختیار کرتی ہے۔ وہ زیادہ دیر تک منصبِ آقائی پر فائز نہیں رہتی۔ لہٰذا تو دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے والوں میں نہ ہوجا اور نہ کسی کی غلامی قبول کر۔ کیونکہ امتِ مسلمہ کو دنیا کی تمام جماعتوں اور اقوام پر فضیلت وبرتری حاصل ہے۔ اب یہی ایک جماعت ہے جو پیغامِ حق وصداقت کی امین وترجمان ہے۔ لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ تمام لوگوں کو حق وصداقت کی طرف دعوت دے۔ اور کذب وباطل کے مٹانے کے لئے سرگرم عمل ہو۔ اور اس کام کی انجام آوری میں وہ کسی قسم کی غفلت نہ برتے۔

دعوت وتبلیغ

حضرت شیخ العالمؒ ایک داعی، مبلغ اور مصلح تھے۔ آپؒ چاہتے تھے کہ اسلام کا بھول بھالا ہر جگہ اور ہر وقت ہو۔ ہر فرد اسلام کے دائرہ میں آکر صرف اور صرف ایک اللہ کی عبادت وبندگی کرے۔ کفر والحاد اور بت پرستی میں مبتلا لوگوں کو دیکھ کر آپؒ بے چین ہوتے تھے۔ مختلف برائیوں میں گرفتار لوگوں کو ان سے باز لانے کی کوششیں کرتے تھے۔ اس کے لئے آپؒ نے کشمیر کے اطراف واکناف کی کئی بار سیر وسیاحت کی اور کئی جگہوں پر اپنی دعوتی اور تبلیغی تحریک کے مراکز قائم کئے۔

حضرت شیخؒ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور شہادتِ حق کا فریضہ نہ صرف خود انجام دیتے تھے۔ بلکہ آپؒ تمام مسلمانوں کو اس حقیقت سے باخبر کرتے تھے کہ امتِ مسلمہ کا مقصد وجود بندگان خدا کو خدائے واحد کی عبادت و بندگی کی طرف لانا ہے۔ دینِ حق کی سربلندی اور اقامت ہے۔ اسلئے آپؒ بار بار مسلمانوں کو اس بات پر ابھارتے تھے کہ وہ ہر حال میں فریضہ دعوت وتبلیغ اور اشاعتِ دین انجام

دے۔ فرماتے ہیں ؎

یتھ واوِ ہالے ژونگ کُس زالے تلہٕ کنہ زالبس علم تہٕ دین
پر کتھ تر اُوتھ سُہ کتھ پالے سورُے علم چھُس الف لام میم

''اس کفر وشرک کی آندھی میں کون ہے جو علم اور دین اسلام کا چراغ روشن کرے۔ منکرات کو چھوڑ کر معروف پر عمل کرے۔ تمام علوم کا منبع اور سرچشمہ الم ہے۔ یعنی قرآن مقدس ہے''۔

ان اشعار میں حضرت شیخؒ ایک مسلمان کو کمربستہ ہوکر کفر والحاد کی اندھیروں میں دینِ حق کا چراغ روشن کرنے پر ابھارتے ہیں۔ اور یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ یہ دعوت وتبلیغ کا کام مسلمان کو ہی کرنا ہے۔ کیونکہ وہی دین حق کا امین اور حق وصداقت کا علم بردار ہے۔

ایک موقعہ پر مومن کے اوصاف کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

پر تہٕ پان لیس سُدرس تارے سُے دیہٕ زے مسلمان

''جو اپنے آپ کے ساتھ دوسروں کو بھی کنارے پر لے آئے اُسی کو حقیقی مسلمان کہہ دو''۔

یعنی حقیقت میں مومن کامل وہی ہے جو اپنے آپ کے ساتھ دوسروں کی خیر و فلاح کے لئے کام کرے۔ اور اپنے آپ کے ساتھ اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی دنیا کی ذلت اور آخرت کے عذاب ورسوائی سے بچائے۔

ایک اور جگہ مومن کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

یہ پرس پر تی پانس پأیّ سے دیہ زے مسلمان

''وہ جو دوسروں کو نیکی اور اللہ کی بندگی کرنے کی تاکید وتلقین کرے گا۔ پہلے خود اُس پر عمل پیرا ہوگا۔ کہہ دو کہ وہی مسلمان ہے''۔

ایک موقعہ پر فرماتے ہیں ؎

سُے پور شاہ سورگس پرادے یُس نیرِ دے بین سان

''وہی بندہ جنت کا وارث بنے گا جو پورے معاشرے کے ساتھ زندگی اسلامی اصولوں کے مطابق بسر کرے گا''۔

یعنی وہی عالمِ آخرت میں کامیاب ہوکر جنت میں داخل ہوگا جو اپنے معاشرے کے دوسرے لوگوں کو حق وصداقت کی طرف دعوت دے کر انہیں نیکوکار اور صالح بنائے تاکہ ایک مثالی معاشرہ قائم ہو، جس میں ہر چھوٹا بڑا کام اور ہر انفرادی واجتماعی معاملہ اسلامی احکام کے مطابق انجام دیا جاتا ہو۔اور تمام لوگ ایک دوسرے کے ہمدرد، خیرخواہ، خیراندیش اور غمگسار ہوں۔

صبر واستقامت

کفر والحاد کو چھوڑ کر اسلام اختیار کرنا تمام معبودانِ باطل سے کٹ کر خدائے واحد کی اطاعت وبندگی کرنا، فسق وفجور، فحش ومنکر اور بدکاری کو ترک کرکے پاکیزہ اور مومنانہ زندگی گذارنا انتہائی صبرآزما کام ہے۔چونکہ حضرت شیخ العالمؒ ایک تجربہ کار رداعی حق اور باصلاحیت قائدِ تحریک ہونے کی حیثیت سے اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے۔آپؒ جانتے تھے کہ راہِ حق میں ایک راہی کو قدم قدم پر ہجوم مصائب وآلام اور مظالم کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اس لئے آپؒ اپنے رفقاء کرام کے ساتھ دیگر اہلِ ایمان کو قدم قدم پر صبر وتحمل برتنے اور عزم واستقامت اور ثبات واستقلال کا دامن تھام کر راہِ حق میں آگے بڑھنے کی تاکید وتلقین کرتے تھے۔

صبر یۆد کرکھ سُہ بھایہ چوئے یہِ لانہِ آسے تہِ اُنتھ دِیے
یۆ دوَے کرکھ میون تہِ میوئے یہِ دیتُمت ہبا اتھ ہیے

''اے مومن! اگر اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے صبر کروگے۔تو اللہ نے جو تمہارے نصیب میں لکھا ہے اور سب وہی تم تک پہنچائے گا۔اگر تم بے صبری میں مال وزر اکٹھا کرنے میں گرفتار ہوگے تو اللہ ناراض ہوکر تم سے اپنی دی ہوئی نعمتیں چھین لے گا''

حضرت شیخ داعیانِ دین اور راہِ حق کے مسافروں کو راہِ حق کے نشیب وفراز اور مشکلات وتکالیف اور رکاوٹوں سے باخبر کرکے صبر واستقامت کا دامن تھام کر چلنے کی تلقین کرتے ہیں ؎

ژۆ کھ تہِ مۆدُر ٹیۆٹھ تہِ زہر خۆنہِ جگر تیٚکٕ اوہرِ کھیۆو
تیٚکٕ یۆت ہیٚژے ژبڈ تہِ قہر سُہ تتھ شہرس گُڑھتھ پیۆو

اے راہِ حق کے مسافرو!

''راہ حق میں کھٹا، میٹھا، کڑوا اور زہر جیسی تلخ چیزوں سے اپنے آپ کو مانوس بنانا ہوگا۔اور اپنے خونِ جگر سے وقتِ ضرورت اپنی پیاس بجھانی ہوگی۔منزلِ مقصود تک وہی راہی پہنچ پاتا ہے جو راستے کی تمام دشواریوں اور مشکلات صبر کے ساتھ برداشت کرتا ہے''۔

ژالُن چھے وُزملہِ تہِ تژٹے ژالُن چھے منڈنمن گٹہِ کار
ژالُن چھے پرتس کرُن اٹے ژالُن چھے منز اتھس ہیۆن نار
ژالُن چھے پان کڈُن گژٹے ژالُن چھے کھنے یکہِ وٹہِ زہرکھار

''کاروان تحریک اسلامی کے میرے سخت جان ساتھیو! اقامت دین کی خاطر تمہیں طاغوت سے مقابلہ ہے۔اس جدوجہد اور دست بدست معرکہ میں تمہیں باطل قوموں کی طرف سے۔''

۱ر ظلم وجبر کی گرج چمک کے ساتھ بجلیاں گرائی جائیں گی۔

۲/ اس قدر آلام ومصائب تم پر ڈال دئے جائیں گے کہ تمہیں دن دھاڑے گھٹاٹوپ اندھیرا محسوس ہوگا۔

۳/ مشکلات اور دشواریاں اتنی پیدا کردی جائیں گی کہ تیرا کام تمہیں پربت سر پر اٹھانے کے برابر لگے گا۔

۴/ نامہربانیاں تم پر اس قدر ہوں گی کہ حق کی حمایت کرنا تمہارے لئے ہاتھوں میں انگارے لینا جیسا ہوگا۔

۵/ تعذیب خانوں کی اذارسانیاں اس قدر شدید ہونگی کہ تمہیں لگے گا کہ چکی میں تمہارا جسم و جان پس رہا ہے۔

۶/ حق پرستی اور حق گوئی اس قدر مشکل بنادی جائیگی کہ تمہیں محسوس ہوگا کہ خروار بھر زہر ہلا ہل یکبار کھانا پڑ رہا ہے۔

ان اشعار میں حضرت شیخؒ داعیانِ حق اور مومنانِ کامل کو تفصیل کے ساتھ حق و صداقت اور دعوت وتبلیغ کے راستے کا مکمل تعارف دیتے ہیں۔تاکہ وہ صبر واستقامت کے ساتھ بغیر کسی خوف وخطر کے اپنی منزل کی طرف آگے پڑھتے رہے۔چونکہ آپؒ اسی راہ کے رہرو اور مسافر تھے۔اسلئے آپؒ کو اس راستے کے نشیب وفراز کی پہچان ، دشواریوں ومشکلوں کا تعارف اور مختلف رکاوٹوں کی علمیت تھی۔آپؒ کو بارہا اس راہ میں مصائب وآلام اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔جیسا کہ فرماتے ہیں ؎

کٔشیرِ پھیٚوٗرُس اَندٕی اَندٕی　　کاٗنسہِ کوٚرُم نہٕ براندٕی تٚراو
جندس کٔرم یٖلہِ پیٚوندٕی　　اتھ تہٕ دوپ ہم فندٕی آو

دعوت دین میں میرا حال دیکھو!

”میں کشمیر کے کونے کونے تک جاکر دعوت حق دے آیا اور اس سلسلے میں کشمیر کے اردگرد

چکر کاٹ چکا لیکن پھر بھی دست سوال کسی کی بھی دہلیز پر جا کر وانہیں کیا“۔

کم مائیگی نے مجھے اپنے لباس پر پیوند لگانے پر مجبور کیا تو لوگوں نے اس پر کہا کہ میں نے فند بازی کے لئے جندے پہن رکھے ہیں۔میرے اوپر فقرے کسے گئے“۔

خلوص وللّٰہیت

ایک مومن کے اعمال وعبادات کی قبولیت کے لئے ضروری ہے کہ ان میں خلوص وللّٰہیت بدرجہ اتم موجود ہو اور وہ ہر قسم کے نمود ونمائش اور دکھاوے سے پاک ہوں۔ اسلام کے نزدیک اخلاص نیت مومن کے بنیادی صفات میں ایک صفت ہے۔قرآن وحدیث میں بار بار اس کی تاکید واہمیت اور ضرورت واضح کی گئی۔

حضرت شیخؒ اخلاص للہ اور للّٰہیت کے پیکر تھے۔ان کی اور ان کے رفقاء کار کی زندگیوں کے مطالعہ سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ وہ نمود ونمائش اور ریاکاری جیسے عیوب وبرائیوں سے پاک وصاف تھے۔اور ان کے ہر کام میں خلوص وللّٰہیت دکھائی دیتی تھی۔حضرت شیخؒ کی دعوت کا مقصد ہی اخلاص للہ اور حصولِ رضائے الٰہی تھا۔اس لئے آپؒ اپنے رفقاء اور دیگر مسلمانوں کو اس کا تاکیدی حکم فرماتے۔ آپؒ چاہتے تھے کہ مسلمان کے ہر عمل اور عبادت میں خلوص وللّٰہیت ہو پھر وہ دعوت وتبلیغ ہو یا تعلیم وتعلم ،نماز وزکوٰۃ ہو یا روزہ وحج یا اور کوئی کام۔

آپؒ فرماتے ہیں ؎

سُہ چھُنہٕ وُچھان قیلس تہٕ قالس　　سُہ چھُ وُچھان دِلہِ کِس حالس کُن

”اللہ تعالیٰ بندے کے گفتار وبیان اور زبانی دعوے اور نمائشی تقاریر کو نہیں دیکھتا بلکہ اس کی نظر بندے کے دل پر ہے۔وہ دل کا حال دیکھتا ہے،نیک نیتی اور خلوص کو دیکھتا ہے“۔

حضرت شیخؒ یہاں مختصر الفاظ میں ہر مسلمان کو اس حقیقت سے باخبر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندے کے گفتار و بیان کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ اسکے دل کی نیک نیتی اور اخلاص کو دیکھ کر اسکے اعمال و عبادات کو قبولیت بخشتا ہے۔

رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے!

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلیٰ صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلیٰ قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ۔ مسلم

''بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے وہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے''۔

ایک اور جگہ حضرت شیخؒ اپنے مخصوص انداز میں فرماتے ہیں ؎

کُس پیہِ ژنے کُن بے غرضے　　کس آسہِ دِلس تیؤت وُسعت

''اے اللہ کون ہے؟ جو تیری اور تیری بندگی کی طرف بغیر کسی غرض کے مخلص بن کر آئے۔ اور کس کے دل میں اتنی وسعت (یعنی آپ کی رضاجوئی اور خوشنودی حاصل کرنے کی تڑپ) ہوگی''۔

ذکر و فکر

ذکر اللہ ایک مومن کے ظاہر و باطن کے لئے ضروری ہے۔ یہ بندے کے ظاہر کے ساتھ اس کے باطن کو بھی نکھارتا اور سنوارتا ہے۔ یہ روح کو زندگی اور سکون و آرام بخشتا ہے اور قلب و دماغ کو فہم و فراست، عقل و بصیرت اور علم و عرفان سے نوازتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ ذکر کے ساتھ فکر و تدبر بھی ہو۔ اسی لئے قرآن و سنت نے بار بار اس کے اہتمام پر خاصا زور دیا۔ اور علماء حق اور صوفیاء کرام نے اپنی زندگیوں میں اس کا بڑے ذوق و شوق کے ساتھ اہتمام کیا۔ کبھی بھی وہ ذکر و فکر

سے غافل نہ رہے۔ وہ اپنے شاگردوں اور طالبان حق کو بھی اس کی بڑی تاکید و تلقین کرتے رہے۔

حضرت شیخ العالمؒ ایک داعی اور مبلغ ہونے کے ساتھ ایک اعلیٰ پایہ کے عارف باللہ، مربی اور مرشد تھے۔ اسلئے آپ نے بھی ذکر و فکر کی ضرورت پر خاصا زور دیا۔ آپؒ اپنے رفقاء اور شاگردوں کے ساتھ دیگر مسلمانوں کو بھی ذکر و اوراد اور فکر و تدبر کا پابندی کے ساتھ اہتمام کرنے کی تاکید کرتے ہیں ؎

ذکرِ ستی رُتن مالے　　فکرِ ستی تارُس پن
نفس گنڈُن ہالے ہالے　　زن تو رُتھ موختہِ مالے پَن

''اس کو ذکر الٰہی کے ہاتھوں سے پکڑلے، فکر کی سوئی سے اس کو دھاگے میں پرولے اس طرح نفس کو بڑی احتیاط کے ساتھ آہستہ آہستہ اپنے قابو میں کرلے گویا موتیوں کی مالا دھاگے میں پرولی''۔

نفس دِتکھ اورے میتھ　　گرھکھے ژپتھ کرکھ نو فوت
دم دیوٗ حقس لعل زن زپتھ　　بیتہِ چھے کُلُ نَفْسٍ ذائِقَةُ الْمَوْتِ

''سانسیں وہاں سے گن کردی گئی ہیں۔ اگر تم سمجھ جاؤگے تو کبھی ضایع نہیں کروگے۔ میرا مانو ہر سانس کے ساتھ ذکر اللہ کا دم کرتے رہو۔ اگر ایسا کروگے تو جیسے لعل و جواہرات کا خزانہ پاؤگے۔ یہاں ہر ذی نفس کے لئے موت کا ذائقہ چکھنا مقدر میں اٹل ہے''۔

یہاں حضرت شیخؒ ایک آدمی کو اس حقیقت سے باخبر کرتے ہیں کہ اس کی زندگی عارضی ہے۔ اس کے مقدر میں موت پہلے سے لکھی جاچکی ہے۔ لہٰذا اس عارضی زندگی کا صحیح استعمال یہی ہے کہ بندہ ہر لمحہ اللہ کی یاد اور ذکر و فکر میں گزارے۔

ایک اورجگہ فرماتے ہیں ؎

اللہ پرنس دد راہِ پھرزے　　زگ تچ لادن سرِ زنہِ زانہہ
یادس تہندِس دہ ہہ دبن برزے　　زندِ اُستھ مُرِ زِنہِ زانہہ

''ہروقت اور ہرحال میں اللہ کے یاد کی مالا جپتے رہنا۔خیال رہے دنیامیں کھوکراس پر فریفتہ نہ ہوجانا۔اپنی زندگی کے شب وروز اللہ کی یادمیں بسرکرتے رہنا۔ایسا نہ ہوکہ اللہ کی یادسے غافل ہوکرتم زندہ ہوکربھی مردہ بن جاؤ۔(کیونکہ اللہ کا ذکر زندگی کا آبِ حیات ہے)''۔

حضرت شیخؒ چاہتے ہیں کہ ہرجگہ اور ہروقت ایک مومن اللہ کے ذکراورفکرو تدبر میں محو ہو۔اورایسا نہ ہوجب اس کا من چاہے تب وہ ذکرکرے اورجب نہ چاہے تب وہ اس سے فراراختیارکرے۔اس کو یہ یادرکھنا چاہئے کہ اس کی حقیقی زندگی کادارومدار اللہ کی بندگی اوریادپرہے۔اگروہ اللہ کے ذکرمیں مشغول ہےتووہ زندہ ہے۔اگرنہیں تواسے مردہ سمجھو۔کیونکہ اللہ کی یادہی ہے جس سے تعلق باللہ مضبوط اورمستحکم ہوتا ہے۔اوربندے میں فکروتدبّرِ رونق پاتا ہے۔اورصالح فکروتدبر سے بندے کے قلب ودماغ میں فہم وبصیرت اورحقیقی علم ومعرفت پیداہوتی ہے۔

جیسا کہ حضرت شیخؒ ایک شعرمیں اپناحال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

ذکرے ستبن مولیٰ ٹوٹھمو　　فکرے ستبن روٚچھمو دِل

''ذکرِ الٰہی سے میرامولیٰ میرامحبوب بن گیا یعنی میرے دل میں عشقِ الٰہی پیدا ہوگیااورفکروتدبر سے مجھے قلب وباطن کی حقیقی زندگی مل گئی''۔

☆

توبہ

اسلام میں توبہ کی بڑی اہمیت آئی ہے۔قرآن بار بارمختلف انداز میں بندے کوتوبہ واستغفار پرابھارتا ہے۔اور رسول رحمتؐ اسکی حقیقت،اہمیت اورفوائد بیان کرکے توبہ کرنے کی تاکیدوتلقین فرماتے ہیں۔قرآن وحدیث اور تاریخ سے یہ واضح ہوتاہے کہ توبہ انبیاء کرام،صحابہؓ اوراولیاء کا پسندیدہ عمل رہا۔وہ بار بار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ استغفار کرتے تھے۔اورجوبھی ان کے پاس آتااسکو توبہ کی تاکیدکرتے تھے۔ اہل سلوک اورحق پرست صوفیوں کے نظام تربیت کا یہ پہلااصول تھا کہ جوبھی ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہوتااسے وہ پہلے توبہ کراتے تھے۔چونکہ حضرت شیخؒ بھی ایک عظیم ولی اللہ اورخداترس بزرگ تھے۔اسلئے ان کا طریقہ بھی یہی تھا۔آپ فرماتے ہیں ؎

توبہِ یۄد کرکھ یمنہِ بۄ سرِ ترکھ　　توبہِ کرُن چھے تارِوٚنی ناو
توبہِ رُستہِ پانو تتہِ کتھِ اوبرکھ　　یٖتہِ چھے ترِ تہِ وُشن واو

''توبہ کروگے تو دنیاکے اتھاہ سمندرسے بہ سلامت پارنکل جاؤ گے۔کیونکہ توبہ کرنا پارلے جانے والی کشتی ہے۔توبہ کے بغیرمیری جان،وہاں ڈوبنے سے بچنااور ساحل پر پہنچنا تیرے لئے ناممکن ہے۔جہاں شدت کی سردی اورجُھلسا دینی والی گرم ہوائیں ہمیں عذاب میں مبتلا کرنے کی منتظر ہیں''۔

یہاں حضرت شیخؒ توبہ کی اہمیت وضرورت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے ساتھیوں اوردیگر مومنوں کواسکی تاکیدوتلقین کرتے ہیں اوریہ واضح کرتے ہیں کہ توبہ کے بغیرایک بندہ آخرت کے عذاب ورسوائی سے بچ نہیں سکتا۔لہٰذا یہاں توبہ واستغفار بار بارکرکے مسلسل عمل صالح کرتے رہو۔

صحبت صالحین

مبلغ اسلام حضرت شیخؒ ہر اعتبار سے مسلمان کو دینی رنگ میں رنگنا چاہتے تھے۔ آپؒ کے نزدیک مومن کا اُٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سونا جاگنا، دوستی و دشمنی، خرید و فروخت لین دین غرض ہر کام اسلامی احکام کے مطابق ہو۔ آپؒ اسکی انفرادی واجتماعی زندگی میں فقط قرآنی رنگ دیکھنا چاہتے تھے۔ اسلئے آپ اپنے رفقاء کے ساتھ تمام مسلمانوں کو قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق تربیت کرتے تھے۔

اگرچہ انسان کے اخلاق وسیرت اور عقائد واعمال میں بگاڑ پیدا کرنے والی بہت سی چیزیں ہیں۔ انہیں چیزوں میں ایک بری صحبت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخؒ ایک مسلمان کو بری صحبت سے بچ کر نیکوکاروں کی صحبت اختیار کرنے کی تاکید وتلقین کرتے تھے اور اسے بار بار بدکاروں اور برے لوگوں کی صحبت کی برائیوں اور نقصانات سے باخبر کرنے کے ساتھ صلحا اور نیک سیرت لوگوں کی صحبت کی خوبیوں اور فوائد سے آگاہ کرتے تھے۔ تاکہ وہ صحبتِ صالحین اختیار کر کے اپنی زندگی کو حسنِ اخلاق صالح فکر وافکار اور نیک اعمال سے سنوارے۔

فرماتے ہیں ؎

رِتنِ ستِنِ دوہہ دِنِ بُرِ زے زن دِتھ شاہ ولگے کنز
بدن ستِنِ خوے نو تھوی زے زن اژکھ تمہِ نِنِ بانن منز

''صالح اور باکردار لوگوں کے ساتھ والہانہ خوشی کے ساتھ محبت رکھو، دوستی کرلو۔ کیونکہ بلند کردار اور صالح لوگوں کی صحبت میں دن رات گزارنا، ایسا آسان اور فائدہ مند کام ہے جیسے شاہ اولگ جیسے اعلیٰ قسم کے شالی کو کوٹنا ہے۔ (شاہ اولگ سے خوشبودار چاول حاصل ہوتے ہیں اور کوٹنا بھی آسان ہے اور کوٹنے والے کا تن بدن خوشبو سے

بھر جاتا ہے یعنی صحبت صالح سے تمہاری دنیا اور آخرت بہتر ہوگی)۔
خبردار بدکار اور آخرت فراموش لوگوں کی صحبت میں ہرگز نہ بیٹھنا ان سے کبھی دوستی نہ کرنا۔ ایسا کروگے تو مان لو کالک لگے برتنوں میں پھنس چکے (جن سے تمہارا لباس برباد، تمہارے منہ ہاتھ کالے جیسے کوئلہ کی دلالی میں ہوتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ تم بھی بُرے عادات کے رسیا اور بدکار بن جاؤگے۔ نتیجتاً تمہاری دنیا وآخرت دونوں برباد ہوجائیں گے)''۔

ایک جگہ اہلِ عقل کے فکر وشعور کو جھنجھوڑتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

کمینس خدمتھ کُنڈی زنڈس تری برہمنس نِشہِ ذات نیری نہِ زانہہ
یوسہِ بوی پر تتھ نہِ زانہہ پھیری ہونی بستہ کافور نیری نہِ زانہہ

''کمینہ خصلت انسان کی خدمت کرنا، خاردار جھاڑی کی آب پاشی کے مترادف ہے۔
بہروپی اور دھوکہ باز اصل ذات والا کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔
ریحان کا پھول، خوشبودئے بغیر نہیں رہ سکتا۔
مُشک نافہ آہو کی کھال سے حاصل ہوتا ہے۔ کُتے کی کھال سے کبھی نہیں نکل سکتا''۔

پاپی پاپ نکرے نِشہِ بہہ زِنہِ دروغ زنن

''بدکار اور بدی کے ساتھ دور کا واسطہ بھی نہ رکھنا ان کے قریب بھی نہ بھٹکنا۔ دروغ بازوں (یعنی جھوٹ، بہتان، جھوٹی افواہ کا تانا بانا بُننے والے) کے قریب بھولے سے بھی نہ بیٹھنا''۔

رقص وسرود

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سے قبل کشمیر میں رقص وسرود، فحاشی اور بے حیائی بڑے عروج پر تھی۔ ان برائیوں میں عام لوگ ہی مبتلا نہیں تھے بلکہ راجے

مہاراجے اوروزراء وامراء بھی ان میں لت پت تھے۔پھر جب اسلام نے کشمیر کو اپنے سایہ میں لیا تو ان برائیوں میں کسی حدتک کمی آئی۔یہاں تک کہ جب سلطان سکندر تختِ شاہی پر فائز ہوئے۔توانہوں نے سرکاری سطح پر رقص وسرود،شراب وکباب اور ہر قسم کی بے حیائی اور فحاشی پر باضابطہ پابندی لگادی۔جس کے نتیجہ میں یہ برائیاں دور دور تک مٹ گئی۔لیکن جب سلطان بڈشاہ نے حکومت سنبھالی تو اس نے ساز وسرود اور اس طرح کی دوسری چیزوں پر پابندی ہٹادی۔چونکہ بڈشاہ خود رقص،موسیقی اور جشنوں اور میلوں کا بڑا دلدادہ تھا۔

اس لئے اس کے زمانے میں ان چیزوں نے پھر سے کمال عروج حاصل کیا۔اور جگہ جگہ پر ناچ گانے اور ساز وسرود کی محفلوں کا اہتمام ہونے لگا۔اور عوام کے ساتھ بعض صوفی بھی اس کے قائل ہوئے جو بڑے شوق سے رقص وسرود اور ساز ونغمہ سنتے تھے۔چونکہ حضرت شیخؒ شریعتِ اسلامیہ کے بڑے پابند تھے اس لئے ان کے نزدیک یہ غیر ضروری ساز وسرود اور موسیقی فضول اور مکروہ تھی۔اس لئے انہوں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور لوگوں کو اس کے نقصانات سے باخبر کرکے اس سے باز لانے کی کوشش کی۔فرماتے ہیں ؎

یتھ جابِہ ڈف تہٕ دمامہٕ وزان　　تتھ جابِہ شیطان رزان آسی
تی آسن کران ینہٕ آسہٕ پزان　　توے صاحب بلایہ سوزان آسی
میٚٹھ کھوٚان تہٕ حزن مازان　　توے اُلگ تہٕ پُلگ لزان آسی
کینٛہہ شیخ لأ٘ گتھ وتن پٹھ روزان　　لوکن پانس کُن پھران آسی

''جہاں ڈف اورڈھول بجائے جارہے ہوں وہاں شیطان نازل ہوتاہے۔اور حاضرین میں حلول کرکے راضی ہوتاہے۔پھر سماع کے رسیہ حاضرین سے ایسی حرکتیں سرزد ہوتی ہیں۔جوآدمی کی شایان شان نہیں۔ناراض ہوکراللہ ان پر ناگہانی بلائیں

نازل کرتاہے۔لذت پرست اورلذیز پکوان ان لہوولعب کی محفلوں کے رسیا اور خاصا ہوتے ہیں۔ان محفلوں میں حاضرین اپنی دنیاوآخرت دونوں کو برباد کر بیٹھتے ہیں۔کئی چالاک اور مکارلوگ مشائخ کا لبادہ اوڑھ کررقص وسرود کی ان محفلوں کا انعقاد سرراہ کرکے سادہ لوح لوگوں کواپنے تقدس کے معترف اورگرویدہ بناتے ہیں۔''

ایک اورجگہ فرماتے ہیں ؎

کندو کُرو ننگر نأٚژ　　ژلہ نو بانڈ تہٕ لانٛژھ کھبتھ
اِ اندنو نہٕ تار پُل صرأٚژ　　پیٚوٚ اٹکہ داہ بأٚژ ہبتھ

اے لوگو!

یہ بے حیائی کو بڑھاوا دینی والی ناچ نغمہ کی محفلیں کیوں کرتے ہواس میں دنیاوآخرت کا خسارہ ہی خسارہ ہے۔دنیوی نقصان یہ ہے کہ تمہاری کمائی بھگت بانڈ اور ناچنے والے ہیجڑے لے جائیں گے۔آخرت کا خسارہ یہ ہے کہ جنہوں نے لہوولعب میں زندگی گذاری ہووہ وہاں پل صراط کو پار ہرگز نہ کر پائیں گے۔اوروہاں اپنے دسوں اہل خانہ کے ساتھ اٹک کررہ جائے گے''۔

اس طرح حضرت شیخؒ عام وخاص کورقص وسرود اورساز وسرور جیسی غیر ضروری چیزوں کے مفاسد اورنقصانات سے باخبر کرکے ان سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں۔کیونکہ آپؒ کے نزدیک یہ کئی برائیوں کا موجب ہے۔اس میں دنیائی اعتبار سے بھی نقصان ہی نقصان ہے اور اخروی لحاظ سے بھی۔اسلئے آپؒ اس سے خود بھی بچتے تھے اور دوسروں کو بھی اس سے دور رہنے کی ہدایت دیتے تھے۔

☆

بے حیائی

حضرت شیخؒ کا مشن تھا کہ مسلمان ہر لحاظ سے اسلام کے پابند ہوں۔ان کا معاشرہ ایک مثالی معاشرہ ہو۔جو ہر قسم کی بدی، برائی اور اخلاقی بے راہ روی سے پاک ہو۔اسلئے آپؒ بار بار رقص وسرود اور فحاشی اور بے حیائی اور اس طرح کی دیگر غیر شرعی اور غیر اخلاقی چیزوں کی پُر زور الفاظ میں مخالفت کرتے تھے۔حُسنِ اخلاق، نیک سیرتی پاک دامنی کی تعلیم دیتے تھے۔آپؒ بدکاری اور زنا کاری کے ہر طریقے سے دور رہنے کی تاکید وتلقین کرتے تھے۔آپؒ فرماتے ہیں ؎

نظر کُرِی زِنہٕ پرٕنمن زنانن　　تو اُلگ تہٕ پٔلگ لزی
توہ چھُہہ لگی ایمانس　　کرود نو مسلمانس پزی

''نامحرم پرائی عورتوں کی طرف نظر ہرگز نہ اُٹھانا۔ایسا کرنے سے اپنی دنیا و آخرت بے آبرو کر کے رسوا ہو کر رہو گے۔اس سے تمہارا ایمان ہی مورد الزام ہوگا۔لہٰذا غصہ مسلمان کو ہرگز نہیں کرنا چاہئے''۔

یعنی غیر محرم عورتوں پر غیر ضروری نظریں نہ اٹھاؤ۔اس سے تمہاری دنیا اور آخرت کے ساتھ ساتھ تمہارا ایمان بھی برباد ہوگا۔حقیقت یہ ہے کہ اس سے بدکاری اور زنا کاری کے دروازے کھل جائینگے۔جس کے نتیجہ میں اخلاقی بے راہ روی، بے حیائی اور فحاشیت عام ہوگی اور تمہارا معاشرہ مختلف برائیوں اور فتنوں میں گرفتار ہوگا۔لہٰذا اس اخلاقی برائی پر شروع سے ہی قابو پانے کی کوشش کرو۔

ایک جگہ پر حضرت شیخؒ مسلمان عورتوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

پے پر پُرش نہ سأر　　کورے کر آشس تہٕ وأری وٚبن
کأکی ہَے زالہٕ نے دوذخن نار　　لزِتھ ہے پٚنٕ تراوکھ سأری زٚبن

اِ کنیا تراوکھ اشن دأر　　کورے کر آشس تہ وأری وٚبن

اے امت کی بیٹیو!

''غیر مردوں سے ناتہ مت جوڑو۔وہ سب مرد شوہر کے سماں کبھی نہیں ہو سکتے۔میرا مانو اور اپنے شوہر اور سسرال کی ہو کر رہو۔اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔اب اگر تم نافرمانی کروگی تو قیامت کے دن تم دوذخ کی آگ میں جل جاؤ گی۔دنیا میں بھی تم بدنام اور بے عزت ہو کر کہیں کی نہ رہوگی۔سماج میں تمہاری زندگی برباد ہوگی اور آنسوں کی لڑیاں تمہارا مقدر بن جائیں گی۔لہٰذا میرا مانو اور اپنے شوہر اور سسرال کی ہو کر رہو''۔

اس طرح حضرت شیخؒ مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی بے حیائی اور بدکاری سے دور رہنے کی تاکید وتلقین کرتے ہیں۔اسکے لئے آپؒ انہیں اس برائی کے اخروی عذاب وسزا اور دنیا کی ذلت ورسوائی سے بھی آگاہ کرتے ہیں۔

ایک اور جگہ آپؒ غیر اسلامی معاشرہ کی تصویر پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

ماجہٕ کورِ اتھہٕ واس کُرِتھ نیران　　دوہہ دٚبن برن غأرن ستٚ
خوش یی حقس دُنیاہ لورن　　سوے ہا مالہٕ آسی واندر راج

(اے مسلمان غور سے سُن! غیر اسلامی معاشرے کا حال یہ ہوگا) کہ ماں اور بیٹی پورے بناؤ سنگار کے ساتھ بے پردہ جسم فروشی کرنے کیلئے اکٹھے گھر سے نکلیں گی۔اور دن رات غیر محوموں کے ساتھ عیش پرستی میں مشغول رہیں گی۔ایسی حالت دیکھ اللہ تعالیٰ خوشی خوشی اس دنیا کو برباد کرنے کا فیصلہ کرے گا۔سچ تو یہ ہے ایسے زمانے کو بن مانسوں کا زمانہ کہنا چاہئے''۔

یہاں حضرت شیخؒ مسلمانوں کو غیر اسلامی معاشرے کے خدوخال سے باخبر کرتے ہیں۔کہتے ہیں اس میں اخلاقی بے راہ روی، بے حیائی اور فحاشیت عروج پر ہوگی۔یہاں تک ماں بیٹی گھر سے مشورہ کر کے جسم فروشی کے لئے نکلتیں ہونگی

اور بغیر کسی خوف وخطر اور شرم وحیا کے بدکاری اور بے حیائی کرتیں ہونگی۔ نہ انہیں کوئی روکنے والا ہوگا نہ ٹوکنے والا۔

لہٰذا اے مسلمانو معاشرے کی ایسی حالت ہونے سے پہلے ہوشیار ہو جاؤ۔ اور سماج کے ہر مرد اور عورت کو شرم وحیا عزت وعصمت اور پاکدامنی کی تعلیم دو۔ اور انہیں ہر قسم کی بے حیائی اور بدکاری کے نقائص وعیوب اور نقصانات سے باخبر کر کے ان برائیوں سے باز رکھو"۔

جھوٹ

حضرت شیخؒ اپنے زمانے میں ہمہ وقت ہر اس چیز کے خلاف کمر بستہ تھے، جو قرآن وحدیث اور انسانی اصولوں کے خلاف تھی۔ آپؒ بغیر کسی خوف وخطر کے اس کے خلاف آواز اٹھاتے اور لوگوں کو اس برائی اور بدی کی اصلیت سے آگاہ کر کے حقیقت کی طرف دعوت دیتے تھے۔ جھوٹ کہنا، جھوٹی گواہی دینا اور اس پر چل کر اس کا پرچار کرنا انتہائی بڑا گناہ اور اخلاقی برائی ہے۔ اسلئے حضرت شیخؒ اس کے چھوڑنے پر خاصا زور دے کر ہر انسان کو ہر لحہ سچائی کا دامن تھامنے کی تاکید کرتے ہیں ؎

پۄز دپان پن زن ننکھ اپۍ دپان لگی رَس
محمدؐ ترۍ اُوتھ ابلیس رٹکھ خدائے وُچھے کھٹکھ کس

"سچ بولتے ہوئے تو تھرتھرا اٹھے گا اور جھوٹ کہنے پر تو (بظاہر) ترقی پر ترقی کرتا جائے گا۔ حضرت محمدؐ کو چھوڑ کر تو شیطان کی اطاعت کرے گا۔ یاد رکھ اللہ سب کچھ دیکھتا ہے۔ لہٰذا تو کس سے یہ پوشیدہ رکھ پائے گا"۔

اپۍ ہَستی خدائے روشان تی منز قرآنس درتھ کتھ

پۍ ہَستی خدائے توشان فرشتہ چھکھ کُرتھ رحمت

"جھوٹ پر خدا روٹھ جاتا ہے۔ قرآن میں بار بار اس بات کو واضح کیا گیا ہے۔ سچ پر خدا خوش ہوتا ہے اور فرشتے سچے لوگوں پر نزول رحمت کئے ہوتے ہیں"۔

ہہہ اُسی زِ تہٕ شال نٔڑ زے شرعٕک سوتھ ژٔڑٔ زنہٕ زانہہ
ژھانٹھ زٲنٕی زِتہٕ بٹھہٕ تل پھٔڑٔ زے پٔژس روے کھٔڑٔ زِنہٕ زانہہ

"حصول علم اور عمل صالح کے سلسلے میں) شیر کی طرح طاقت ور باحوصلہ اور بے خوف بن جا۔ (نافرمانی کے سلسلے میں اللہ سے) گیدڑ کی طرح لرزتے رہ جا۔ شریعت کے سمندر میں تیر، مگر اس کے ساحل کے اندر اندر، کبھی بھی ان سے تجاوز نہ کرنا۔ حق و صداقت کا روے زیبا چھپانے کی کبھی کوشش نہ کرنا"۔

اس طرح مندرجہ بالا اشعار میں حضرت شیخؒ ایک مسلمان کو سچائی اور جھوٹ کی حقیقت سے باخبر کرتے ہیں۔ اور یہ واضح کرتے ہیں کہ سچ بولنے، اس پر چلنے، اس کا پرچار کرنے اور اسکی طرف دعوت دینے سے خدائے واحد کی خوشنودی اور رضا حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا سچائی کی نمائندگی اور ترجمانی ہر وقت اور ہر جگہ کرتے رہ۔ اور اس کو کبھی بھی نہ چھپا اور نہ چھپنے دے۔ اس کے برعکس جھوٹ بولنے، اس پر چلنے اور اس کا پرچار کرنے سے قرآن وحدیث نے منع کیا ہے۔ کیونکہ اس سے خدائے تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ اگرچہ اس سے عارضی طور پر بظاہر فائدہ بھی ہوتا ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ اس میں دنیوی لحاظ سے بھی نقصان ہے اور اخروی لحاظ سے بھی۔ لہٰذا اس سے ہمیشہ باز رہ۔

غیبت

حضرت شیخؒ ایک پرامن، خوشگوار اور مثالی معاشرہ چاہتے تھے۔ جس کے سبھی

افراد ایک دوسرے کے ہمدرد، غمگسار، خیرخواہ اور محسن ہوں۔اس لئے آپؒ ہر اس برائی سے روکتے تھے جو اس معاشرہ میں رہ رہے مختلف لوگوں کے باہمی تعلقات اور روابطہ کو نقصان پہنچائی۔انہیں برائیوں میں غیبت، عیب چینی اور تہمت وغیرہ ہے۔فرماتے ہیں ؎

یُس یُتھ سُہ تیُتھ پانس ژٹے نادانس روؤے کیاہ
امہِ غائبُہ چھو لگی ایمانس پانس کھوتہِ بیاکھ وندن خاصا

''جو جیسا بھی ہے اپنے لئے ہے۔تمہیں یہ کیا ہوگیا ہے کہ پیٹھ پیچھے لوگوں کی برائیاں نکالتا ہے۔یہ غیبت کرنے کی عادت تمہارے ایمان کو آلودہ کرے گی۔بہتر یہی ہے کہ دوسروں کو اپنے آپ سے زیادہ محترم سمجھ''۔

یعنی اے مسلمانو تمہیں کیا ہوگیا کہ تم ایک دوسرے کی عیب چینی اور غیبت کرتے ہو۔کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس طرزِ عمل سے تمہارا ایمان ہی برباد ہوگا۔کیونکہ ایمان کا تقاضا ہے کہ بندہ دوسرے بندے کی خیرخواہی اور ہمدردی کرے۔اور یہ بھی یادرکھو کہ اس سے تمہارے معاشرے میں مختلف قسم کے فتنہ و فساد پیدا ہونگے اور جن کی وجہ سے معاشرہ ہر لحاظ سے تباہ ہوگا۔لہٰذا تمہاری اور تمہارے معاشرہ کی بہتری اور خیر اسی میں ہے کہ تم ہر ایک مسلمان کو اپنے سے بہتر سمجھ کر اس کی عزت و آبرو اور مال و جائداد کا احترام کرو۔

کبر و غرور اور غصّہ

اسلام کے نزدیک کبر و غرور، غیرضروری غصہ اور جذبہ انتقام گیری بدترین اخلاقی برائیاں ہیں۔ان سے نہ صرف آدمی کا اخلاق و کردار متاثر ہوتا ہے بلکہ ان سے اس کے معاشرے میں مختلف قسم کے مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔اس لئے قرآن و

سنت نے ان سے بار بار روکا ہے۔چونکہ حضرت شیخؒ کی دعوت کا بنیادی ماخذ قرآن وسنت تھا۔اسلئے آپؒ نے بھی ان برائیوں سے باز رہنے کی تاکید کی۔

کرودے سود راوی پانس کرودے کریہِ تہِ کارن دزی
کرودی ژور پےٚ یی خزانس کرود نو مسلمانس پزی

''غصہ کروگے تو اپنی بھلائی کھو بیٹھوگے، غصہ کی آگ نیک اعمال اور بہترین کارگزاری کو جلاکر راکھ کردیتا ہے۔غصہ تمہارے حکمت ودانائی کے خزانے کو چرالے جائے گا۔لہٰذا غصہ مسلمان کو ہرگز نہیں کرنا چاہئے''۔

یعنی اے مسلمان یادرکھ! کبر و غرور اور غیرضروری غصہ کرنے میں بیشمار اخلاقی نقائص اور معاشرتی مفاسد پوشیدہ ہیں۔لہٰذا ان برائیوں سے اپنے آپ کو بچاکے رکھ۔کہیں بھی اور کبھی بھی تکبر اور بے جا غصہ نہ کر اس سے تمہاری سب بہترین کار گزاریاں غارت ہونگی۔کیونکہ بندے کا کبر و غرور اور اترانا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔علاوہ ازیں اس سے تمہاری عقل وشعور اور فہم وفراست آہستہ آہستہ جاتی رہی گی۔اور تم جانوروں جیسی زندگی گزارتے رہ جاؤگے۔اسلئے تمہیں مسلمان ہوکر ان حیوانی اوصاف سے بچنا چاہئے۔یہی اسلام کی تعلیم ہے۔

☆☆☆